رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

قیمت چار روپے آٹھ آنے سالانہ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلغ اسلام

جلد (۸) بابت ماہ جون سنہ ۱۹۲۲ء نمبر (۶)

فہرست مضامین

۱۔ شذرات ۳۴۱

۲۔ نامۂ ووکنگ ۳۴۴

۳۔ ہمارے متعلق انکی کیا رائے ہے ۳۴۷

۴۔ اسلام اور سوشلزم ۳۴۹

۵۔ ملفوظات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب ۳۵۶

۶۔ اسلام میں جمہوریت ۳۵۸

۷۔ پاک روایات ۳۶۰

۸۔ بیاض صوفی ۳۶۲

۹۔ لندن مسلم ہوس میں خطبہ جمعہ کے نوٹ ۳۶۶

۱۰۔ بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام جرمنی میں اشاعت اسلام کی ضرورت ۳۸۰

۱۱۔ صوم۔ از یعقوب خان صاحب بی اے بی ٹی ۳۸۶

درخواستہائے خریداری بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں

اسلامیہ پریس بیرون دہلی دروازہ لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبد الغنی منیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا

ضروری اعلان

(۱) کُل خط و کتابت بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ہونی چاہئے +

(۲) اشاعت اسلام لاہور، ماہواری رسالہ ہے اور ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو لاہور شہر سے شائع ہوتا ہے

(۳) اشاعت اسلام کا چندہ بنام مینیجر اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ارسال فرمائیں +

(۴) خریداران رسالہ ازراہ کرم خط و کتابت کے وقت نمبر خریداری کا ضرور حوالہ دیں +

مینیجر رسالہ اشاعت اسلام

خریداران رسالہ اشاعت اسلام ازراہ کرم توسیع اشاعت کی طرف توجہ فرمائیں

مینیجر

[illegible]

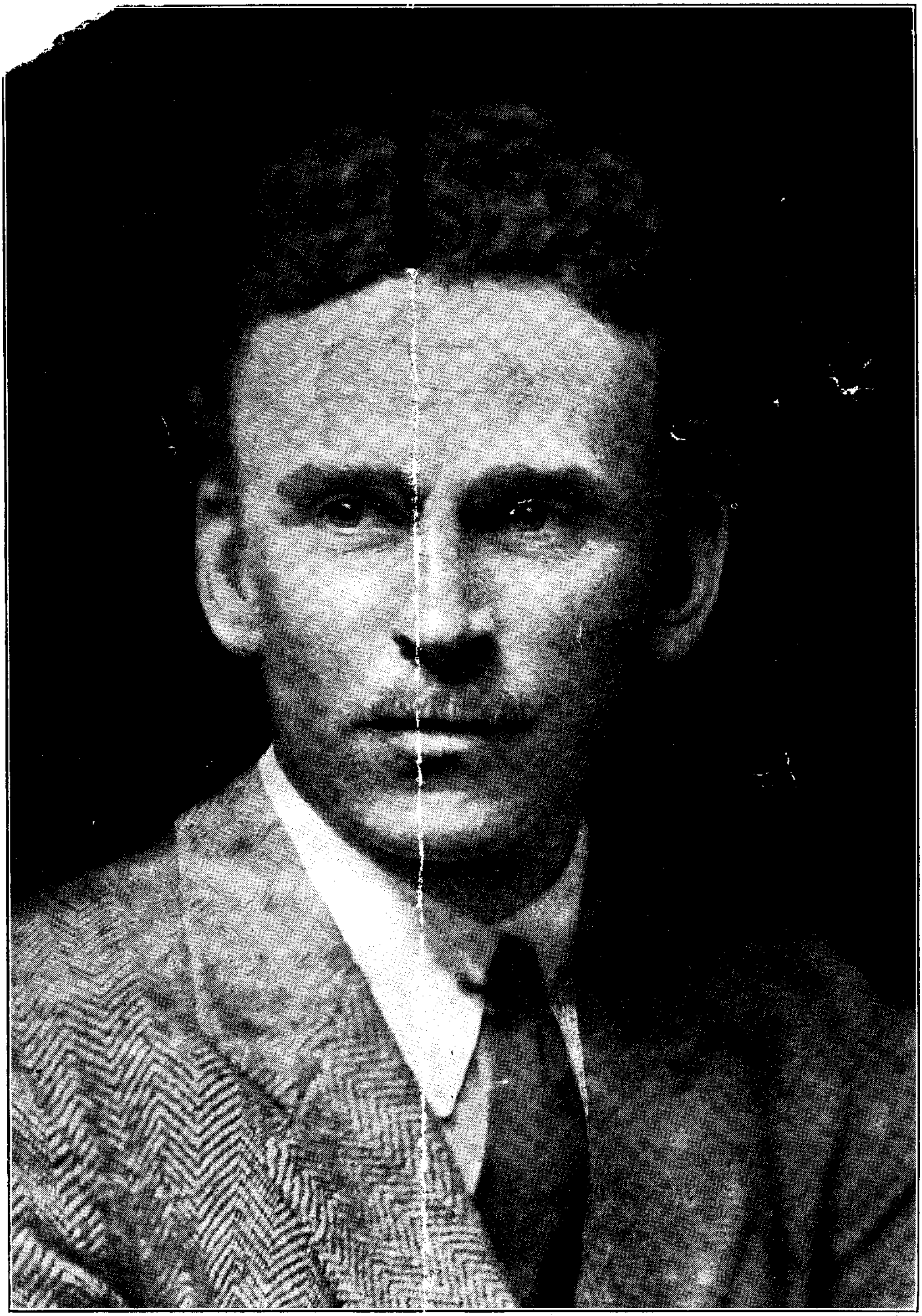

[Photo by Gainsborough Studios

MR. WILLIAM BURCHELL BASHĪR PICKARD, B.A. (Cantab).

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد (٨) بابت ماہ جون ١٩٢٢ء نمبر (٦)

شذرات

مسٹر ولیم بشیر پکر ڈ انگریزی اور فرانسیسی نسل سے ہیں۔ آپ کی پیدائش ٣١ جولائی ١٨٩١ء میں لندن میں ہی ہوئی۔ آپ نے سٹی آف لندن سکول اور کیوینز کالج کیمبرج میں تعلیم پائی ١٩١١ء میں کلاسیکل ٹرائپاس (Classical Tripos) کی ڈگری عزت کے ساتھ حاصل کی۔ کالج چھوڑنے کے بعد ولینگفورڈ گرامر سکول میں کچھ عرصہ آپ مدرس رہے ١٩١٧ء میں آپ کو لونیل سول سروس میں داخل ہو کر یوگنڈا کی نوآبادی میں آئے۔ لیکن صحت خراب ہوجانے کی وجہ سے رخصت پر انگلستان واپس چلے آئے۔ اور ملازمت سے استعفیٰ دے کر فوج میں بھرتی ہوگئے۔ فرانس میں مڈلسکس رجمنٹ کے ساتھ آپ جنگ میں شامل تھے۔ اور اراس (Arras) کے قریب زخمی ہوئے تھے ١٩١٧ء میں اسیر جنگ ہوئے۔ صلح ہونے پر اسیران جنگ کے تبادلے میں آپ واپس آگئے۔ اور پھر ملازمت اختیار کرلی لیکن اب ملازمت ترک کرکے آپ یونیورسٹی کالج لندن میں تعلیم پارہے ہیں۔ جنوری ١٩٢٢ء میں آپ نے مشرف بہ اسلام ہونے کا اعلان کیا +

ابنیت مسیح کینن الگزینڈر (Canon Alexander) نے الوہیت مسیح کو ثابت کرتے ہوئے ہمیں پولوس کے خطوط کی طرف متوجہ کیا ہے۔ ان خطوط سے ابنیت مسیح کے متعلق ثبوت بہم پہنچانے کی کوشش بھی کی ہے لیکن انہوں نے اس امر کے متعلق بالکل توجہ نہیں کی۔ کہ اس زمانے میں لوگ سراسر بت پرستی میں غرق تھے۔ اسی قسم کے دعاوی جو دیگر ممالک میں لوگوں نے گئے وہ بھی سریع الاعتقادی اور جہالت کے سبب قبول کر لئے گئے۔ مصر۔ یونان۔ فارس اور ہندوستان سب اپنے اپنے دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے کینن ایگزینڈر باوجود اپنے علم وفضل کے اس قدامت پرستی پر قائم رہکر منطق اور اور اک کے معیار پر پورے نہیں اُتر سکتے۔ انہیں یہ علم بھی ہونا چاہئے کہ صرف حضرت مسیح کو ہی خدا کا بیٹا نہیں کہا گیا۔ بنی اسرائیل تو ہر ایک خدا پرست انسان کو یہی لقب دیتے تھے +

"خداوند نے یوں فرمایا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پلوٹھا ہے" (خروج باب ۴ آیت ۲۲)

"وہی میرے نام کیلئے ایک گھر بناویگا اور وہ (سلیمان) میرا بیٹا ہوگا" یہاں تک کہ برے آدمیوں کو بھی خدا کا بیٹا کہا گیا ہے۔

خداوند فرماتا ہے ان باغی لڑکوں پر افسوس کہ ایسی مصلحت کرتے ہیں جو میری طرف سے نہیں (یسعیاہ باب ۳۰ آیت ۱) +

جس کتاب کا طرز بیان اس طریق پر ہو اور جس میں خدا کو جابجا آسمانی باپ کا خطاب دیا گیا ہو ان صحائف میں حضرت مسیح کو خدا کا بیٹا کہ دینے سے آپ کی اُلوہیت ہرگز مُراد نہیں ہو سکتی۔ اِس طرح کے خطاب سے تو صرف قرب الٰہی مُراد ہے۔ اور یہ خداوند تعالےٰ کی ربوبیت اور اخوت انسانی کا اظہار ہے +

اس مذہب کو خدا کی طرف سے کیوں کہا جائے؟ عیسائیت کے معتقدات جدید طبائع پر اثر ڈالنے کے لئے پھر تبدیل ہو رہے ہیں۔ پولوس سے موجودہ زمانہ تک کسی دوسرے مذہب میں اتنی تبدیلیاں واقع نہیں ہوئیں۔ اگر مذہب کو جدید رنگ میں لانے کی کوشش

پہلے اعتقاد کو غلط قرار دیتی ہے تو ظاہر ہے کہ عیسائیت ہمیشہ سے غلطی پر رہی ہے اور مغرب میں مذہب انسانی ایجاد کا نتیجہ ہے جسمیں خیالات کی تبدیلی کے مطابق انسانی قوانین کی طرح ہمیشہ ترمیم اور اصلاح ہوتی رہتی ہے۔ اسلئے اس مذہب کو خدا کی طرف سے کیوں کہا جائے۔ ولن تجد لسنت اللہ تبدیلا ؛

یہی قرآن کریم کی تعلیم ہے۔ کائنات کی تمام اشیاء سے بھی یہی شہادت ملتی ہے کہ خداوند تعالیٰ کے قوانین اٹل ہیں۔ اور جو کچھ بھی اسکی طرف سے ہے اسمیں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوسکتی اگر مذہب خدا کی طرف سے ہے تو اسمیں بھی یہی قانون قائم رہنا چاہئے لیکن عیسائیت میں تو ہمیشہ سے تبدیلیاں ہوتی چلی آئی ہیں۔ اگر اس مذہب کی بنیاد انسانی دل و دماغ پر ہے تو خیالات کی ہر نئی رو اسے ایک نئی شکل میں تبدیل کردیگی جس کا اعتراف حال ہی میں کینن الگزینڈر نے عیسائیت کو جدید لباس پہناتے کے سوال پر بحث کرتے ہوئے کیا ہے۔ باقی تمام مذاہب میں کم و بیش تبدیلیاں ہوچکی ہیں لیکن اسلام اس معاملہ میں بینظیر ہے تیرہ سو برس ہوا اسمیں ذرہ بھر تبدیلی نہیں ہوئی حقیقت میں یہ مذہب تغیر سے بالاتر ہے۔ اس مذہب کے منجانب اللہ ہونے کی یہی ایک بڑی دلیل ہے

خانۂ عنکبوت ۔ سب گھروں میں کمزور اور بودا گھر مکڑی کا ہوتا ہے۔ ہوا کا ایک جھونکا اسے توڑ دیتا ہے لیکن مکڑی اسے دوبارہ بنانے میں ہمیشہ مستعد رہتی ہے۔ اور اسمیں ہمیشہ تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں جو صرف وقتی ضروریات کو پورا کرتی ہیں۔ اسکی وجہ ظاہر ہے۔ خدا کی بنائی ہوئی چیزوں اور مادی اشیاء سے انسان گھر کی تعمیر کرتا ہے جس کا قیام بھی انہی اشیاء کی پائداری پر منحصر ہوتا ہے لیکن مکڑی گھر بنانے کے لئے تمام سامان اپنے ہی بدن میں پیدا کرتی ہے۔ اسی طرح وہ مذہب جو انسانی دل و دماغ پر مبنی ہو اتنا ہی کمزور ہوتا ہے۔ جو مذہب خدا کی طرف سے ہو اسکی مثال اس گھر کی سی ہے جو چٹان میں کھودا گیا ہے۔ اسمیں کبھی تغیر و تبدل واقع نہیں ہوسکتا۔ قرآن کریم میں ہم پڑھتے ہیں مثل الذین اتخذوا من دون اللہ اولیاء کمثل العنکبوت اتخذت بیتا

و ان اوھن البیوت لبیت العنکبوت لو کانوا یعلمون (ترجمہ) جن لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے کارساز بنا رکھے ہیں ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ اس نے ایک گھر بنایا اور کچھ شک نہیں کہ گھروں میں بودے سے بودا مکڑی کا گھر ہے۔ اے کاش یہ لوگ اتنی بات سمجھتے (العنکبوت رکوع ۴) اے پطرس میں چٹان پر کلیسیا کی بنیاد رکھونگا یہ الفاظ کلیسیا کے متعلق نہیں کہے جا سکتے۔ کیونکہ اسمیں تو ہمیشہ تبدیلیاں اور تغیر ہوتے رہتے ہیں۔ یہ الفاظ تو ایک ایسے مذہب کی نسبت کہے جا سکتے ہیں جو ہمیشہ برقرار رہنے والا ہو۔ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جسمیں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہو سکتی +

نامۂ ووکنگ

- برادران اسلام - السلام علیکم

اسلام کے متعلق تجسس کی روح یہاں روز افزوں ترقی پر ہے جس سے ہم نہایت ہی مبارک فال نکال سکتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اس سے یہ مراد ہے کہ ہماری کوششیں اور اوقات اس کام میں اور زیادہ صرف ہونے چاہئیں ہمیں مختلف مقامات سے تعلیم اسلام پر لیکچر دینے کیلئے دعوتیں آتی رہتی ہیں۔ فارسٹ ہل سوسائٹی کے دو اجلاس میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب محمد یعقوب خانصاحب نے تقریریں کیں جس کا حاضرین جلسہ پر بہت ہی اچھا اثر پڑا۔ ان اجلاس میں جب اسلام کی تعلیم اپنی حقیقی سادگی اور خوبصورتی میں بیان کی گئی تو سامعین متحیر رہ گئے اور اعتراف کیا کہ یہ تمام باتیں تو معمولی عقل کے مطابق ہیں۔ کوئی عقلمند انسان ان کے خلاف نہیں کہہ سکتا۔ اسی طرح ہر موقعہ پر اسلام اپنے حریفوں سے خراج تحسین حاصل کر لیتا ہے۔ اور اسی میں ہمارے پیارے مذہب کی بزرگی کا راز ہے۔ الحمد للہ کہ اس ماہ میں مسٹر سلیمان - جے براؤن مسٹر ایوان - ایم - وے - اور مس ایم اور یلے مشرف باسلام ہوئے۔ خداوند تعالیٰ انہیں خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے +

ہمارے دوست سنکر خوش ہونگے کہ مدراس سے داؤد شاہ صاحب بی اے کی تشریف آوری سے ہمارے سٹاف میں ایک قابل قدر اضافہ ہوا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ خدمت اسلام میں وہ ہمارے مددگار ثابت ہونگے لیکن سب سے بڑی بات جو ہمارے لئے خوشی کا موجب ہو سکتی ہے وہ دین کی

محبت ہے جو انہیں اس دور دراز ملک میں کھینچ لائی - ایک عام مسلم کریجوایٹ کی طرح وہ بھی اسی قسم کے مسلمان تھے جو اپنے مذہب کی عظمت کے متعلق بہت کم علم رکھتے ہیں اور اسلام کی عزت اسلئے کرتے ہیں کہ یہ ان کا ایک مقدس ورثہ ہے - ہمارے لئے یہ فخر کا جائز مقام ہے کہ آپ نے اسلام کے روشن چہرہ کو اسلامک ریویو کے ذریعہ ہی دیکھا - اور محاسن اسلام سے متاثر ہو کر عہدہ مجسٹریٹی کو جس پر آپ ممتاز تھے ترک کر دیا - اور خدمت اسلام میں لگ گئے - اسی طرح اور بہت سے مسلم گریجوایٹ اعتراف کرتے ہیں کہ گو ان کا پیدائشی مذہب اسلام ہی ہے لیکن درحقیقت اسلامک ریویو کے ذریعہ ہی وہ مسلمان ہوئے ہیں +

قارئین کرام کو یاد ہو کہ ڈین آف کارلائل نے الوہیت مسیح کے خلاف اپنی تقاریر میں کچھ کہا تھا لیکن اب انہیں ان تقاریر کی اہمیت کا احساس کرا دیا گیا ہے - تو وہ اپنے الفاظ کو دوسرے معنی پہنانا چاہتے ہیں - ہم نے اس کے متعلق انہیں لکھا ہے ان کا جواب موصول ہونے پر درج کیا جائے گا - جو یقیناً ناظرین کی دلچسپی کا موجب ہوگا - آج کل کلیسا کی مختلف شاخوں میں تبدیلی پیدا کرنے کے لئے ہر طرف سے صدائیں بلند ہو رہی ہیں بالفاظ دیگر یہ اس امر کا اعتراف ہے کہ مذہب موجودہ سوسائٹی کے لئے ناموزوں ہے - اسلئے لوگوں پر اس کا کوئی اثر نہیں رہا - اور اسمیں جدید خیالات کے مطابق ترمیم ہونی چاہئے +

اسلامک ریویو اب براہ راست ووکنگ سے بھیجا جاتا ہے بہت سے خریداروں نے اس انتظام کو تسلی بخش بنایا ہے - ہم بھی تجربہ کے لئے اسے جاری رکھنا چاہتے ہیں اسمیں ایک دقت پیش آتی ہے جس کا دفعیہ ہمارے خریدار ہی کر سکتے ہیں - انگلستان میں وی پی کا طریق بہت ہی گراں ہے ہر ایک پیکٹ پر ۲ شلنگ خرچ آجاتا ہے - اب تک تو ریویو کا چندہ ہم اپنے دفتر لاہور کے ذریعہ ہی وصول کرتے رہے ہیں لیکن اب چونکہ رسالہ ووکنگ سے تقسیم ہوا کریگا - اسلئے ہم اپنے خریداروں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ چندہ اسلامک ریویو کے متعلق تمام ترسیل زر بذریعہ منی آرڈر یا پوسٹل آرڈر کیا کریں - اس طرح سے وی پی

کے اخراجات بچ جائیں گے +

آیندہ جن خریداروں کے چندے ختم ہو جایا کریں گے انہیں ہمیشہ ایک خط کے ذریعہ مطلع کیا جائیگا ۔ ہم امید کرتے ہیں کہ تمام احباب سابقہ حساب صاف کر کے پیشگی چندہ ارسال فرمائیں گے ۔ ہمیں اس امر کی طرف بھی توجہ دلانے کی چنداں ضرورت نہیں کہ اسلامک ریویو کو تجارتی اصولوں پر نہیں چلایا جاتا ۔ اسکی تمام آمدنی مشن کی اعانت میں صرف ہوتی ہے ۔ اسلئے چندے کی ادائیگی میں توجہ نہ کرنا درحقیقت مشن کو نقصان پہنچانا ہے +

مندرجہ ذیل چندے کیلئے ہم معطی صاحبان کے تہ دل سے مشکور ہیں :-

		پنس	شلنگ	پونڈ
نواب عماد الملک صاحب	حیدرآباد	—	—	۵
مسٹر محمد یونس جمیل	رنگون	۰	۱۱	۱
" ایم توفیق بے	باربرا	۰	۱۰	۰
" امیر خان	ٹرینیڈاڈ	۰	۰	۲
" فقیر سنگھ	ووکنگ	۰	۰	۱
" یوسف رحمت اللہ	"	۰	۱۰	۰
" ولیم بشیر پکرڈ	لنڈن	۰	۱۰	۰
" ایم ۔ جے سیپو	نٹال	۹	۲	۰
" الہ دین	لاڑکانا (ہندوستان)	۳	۶	۰
" عبدالحمید خان	پینانگ	۱۱	۳	۰
" صالح بی محمد		۰	۵	۰
مسٹر اور مسز سروز		۰	۱۰	۰
سرٹ وڈ		۰	۱۰	۰
مسٹر سید جی این شاہ	آسٹریلیا	۰	۰	۷
		9	19	19

ہمارے متعلق ان کی کیا رائے ہے؟

سر ہیوگس بارلس ٹائمز کے ایڈیٹر کی طرف یوں رقمطراز ہیں :-

پندرہویں تاریخ کی اشاعت میں ہندوستان کی بحث پر جو دلیرانہ آرٹیکل آپ نے لکھا ہے وہ میری طرح بہت سے ہندوستان کے افسروں کی خوشنودی کا باعث ہوگا جنہوں نے فساد اور بدنظمی کی طاقتوں کے خلاف گورنمنٹ آف انڈیا کی سہل انگاری کو نہایت خوف کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ میں نے لارڈ نارتھ کلف کی تحریر کو جو انہوں نے تنبیہاً ہندوستان میں مسلم بےچینی کے متعلق لکھی ہے نہایت دلچسپی سے پڑھا ہے اس بےچینی کی وجہ ہماری ٹرکش پالیسی ہے میں دوران ملازمت میں بہت عرصہ تک بلوچستان اور شمالمغربی سرحدی صوبہ کی مسلمان اقوام میں رہا ہوں اور مجھے لارڈ نارتھ اور مسٹر اوبیری ہربرٹ کی رائے سے کُلی اتفاق ہے کہ مشرق کی تمام بےچینی کو ٹرکی سے ایک ایسی معقول صلح دور کر سکتی جو انصاف پر مبنی ہو اور ٹرکی سے کوئی ایسی صلح تسلی بخش یا دیرپا نہیں ہوسکی۔ جو ایشیائے کوچک کے کسی حصہ میں یونان کی حکمرانی کو تسلیم کرے۔ میرے خیال میں ہندوستان کے افسروں کی ایک کثیر تعداد سرولینٹائن چیرول کی اس رائے سے ہرگز متفق نہیں کہ ....۶۰ ہندوستانی مسلمانوں کے جذبات کو محض اسلئے نظر انداز کردیا جائے کہ سلطنت انگلشیہ میں یہ ایک نہایت ہی قلیل تعداد ہے جس کی طرف کوئی التفات نہیں کیا جاسکتا۔ برطانیہ ابھی تک ہندوستانی مسلمانوں کے خیالات کو سمجھنے میں ناکامیاب رہا ہے۔ موجودہ ناراضگی کی جڑ میں یہ خیال ہے کہ دوران جنگ میں ہندوستان کے مسلمانوں سے خوب کام لے لیا گیا جس کا بدلہ لڑائی میں فتح حاصل کرنے کے بعد یہ ملا کہ ٹرکی کو یونان کے مفاد کی غرض سے تاخت وتاراج کیا گیا۔ وہ تھریس اور سمرنا کے قبضہ میں وزیراعظم کے وعدوں کی سراسر خلاف ورزی دیکھتے ہیں۔ انہی وعدہ خلافیوں سے ہندوؤں کی ہمدردی مسلمانوں کے ساتھ ہوگئی ہے +

ہندو بحیثیت ایک قوم ......، جنگجو قوم پرستوں کے اتحاد سے خائف ہے کیونکہ ان کی

ہمدردی ایک بیرونی مذہبی معاملہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ ہندوستان کی موجودہ خطرناک حالت صرف صلح ٹرکی سے ہی دور ہو سکتی ہے (ٹائمز مورخہ ۴ فروری)

مسٹر گرہم باور نیئر ایسٹ مورخہ ۹ فروری کی اشاعت میں تحریر کرتے ہیں :-

وفاداری ایک دن میں زائل نہیں ہو جاتی۔ ہندوستانیوں نے نمکخواری کا حق ادا کر دیا۔ ٹرکی بھی قریباً برطانیہ کی حفاظت قبول کرنے کو تیار تھا۔ ہندوستان نے جنگ یورپ میں پندرہ لاکھ سپاہی ہماری امداد کیلئے بھیجے ہزاروں مسلم سپاہیوں نے برطانیہ کے انصاف و وفاداری پر بھروسہ کر کے اپنی جانیں برطانیہ کے راج پر قربان کر دیں۔ اسی انصاف کی توقع رکھتے ہوئے ٹرکی نے ہتھیار ڈال دیئے۔ انگلستان کے وزیر اعظم نے وعدہ دیا کہ قسطنطنیہ۔ تھریس ایشیائے کوچک اور ترکوں کے وطن مالوف پر خلیفہ ٹرکی کی سیادت قائم رہیگی۔ یہ وعدہ پورا نہیں کیا گیا۔ یونانیوں کو جو بلقان کی اقوام میں سب سے زیادہ متعصب ظالم اور وحشی لوگ ہیں تھریس اور ایشیائے کوچک میں آزاد چھوڑ دیا گیا۔ اس تباہ کن لڑائی میں یونانیوں کی فوج نے جو خونریزیاں اور قتل عام کئے ہیں۔ ان کا صحیح طور پر اندازہ لگانا مشکل ہے۔ میں اس موقعہ پر یہ پوچھنا نہیں چاہتا ہوں کہ ہم روسی امداد کو یونانی امداد سے بدلنے میں کہاں تک راستی پر ہیں۔ مجھے امید ہے کہ برطانیہ کی خارجی حکمت عملی سے گھوڑ دوڑ کی بازی کا سا طریق عمل اخلاق اور الفاظ کو دور کر دیا جائیگا +

یہاں اس امر پر غور کرنے کی ضرورت نہیں کہ ان مظالم میں ہماری امداد سے تمام ایشیا او مسلم دنیا پر کیا اثر پڑا ہوگا لیکن میں برطانیہ کی عزت وفا شعاری اور انصاف سے ضرور اپیل کرونگا۔ میں مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ وعدے پورے کئے جائیں جو ہم نے اپنی رعایا سے کئے اور اس نے ان پر اعتبار کیا +

اسکے بعد میرا یہ مطالبہ ہے کہ برطانیہ کو اپنی سچائی عزت اور انصاف کلیسا کے تعصب کو نظر انداز کرتے ہوئے قائم رکھنا چاہیئے۔ ہمیں برطانیہ کو بلقان کے پالٹیشن اور سرمایہ داروں سے جو امپیریلزم کے شیدا ہیں کسی قسم کی مراعات کو جائز نہیں سمجھنا چاہیئے۔ مجھے انگلستان کی دیانتداری اور انصاف پر پورا بھروسہ ہے اور اسی خیال سے میں یہ اپیل ان سے کرتا ہوں +

اسلام اور سوشیلزم

(از قلم خواجہ نذیر احمد صاحب مسجد ووکنگ انگلستان)

اب ہم سوشیلزم کے تین بڑے اصولوں کو لیتے ہیں جنہیں آزادی مساوات اور اخوت شامل ہیں۔ ہر ایک مسلمان مکمل آزادی سے رہتا تھا۔ اسے سوائے خدا کے کسی کا ڈر نہ تھا قرآن کریم فرماتا ہے کہ سوائے خدا کے اور کسی پر بھروسہ نہ رکھو۔ ہم اپنی روزانہ نمازوں میں یہی دوہراتے ہیں کہ سوائے خدا کے ہم کسی کی عبادت نہیں کرتے اور اسکے سوا کسی کی مدد نہیں مانگتے۔ اخوت اور مساوات میں اسلامی اخوت ہمیشہ سے دنیا میں بے نظیر چلی آئی ہے مسلمان ہمیشہ ایک ہی خاندان کے مختلف افراد کی طرح رہینگے اور ایکدوسرے سے ان کی محبت ہمیشہ حقیقی بھائیوں کی طرح ہوگی +

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تریٰھم

ترجمہ۔ محمد خدا کے بھیجے ہوئے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں کافروں کے حق میں بڑے سخت ہیں مگر آپس میں رحم دل (الفتح رکوع ۳ آیت ۲۹)

مسلمانوں کے لئے سوسائٹی کے مراتب ومدارج کوئی معنی نہ رکھتے تھے نبی کریم صلعم نے

انما انا بشر مثلکم

فرما کر اپنے پیروؤں کے لئے ایک عظیم الشان مثال قائم کردی۔ مذہبی معاملات میں بھی نبی کریم صلعم نے جمہوریت کے اصولوں کو نہیں چھوڑا مسجد میں روزانہ نماز ہو یا جمعہ اور عید کا مجمع سب میں یہی اصول پایا جاتا ہے۔ ہمارا اسلام بھی سوشیلسٹ اصولوں پر مبنی ہے۔ مزدور پیشہ لوگوں کے متعلق اسلام کا رویہ بتادینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ اس کے لئے میں نبی کریم صلعم کے چند ایک اقوال بیان کردیتا ہوں +

(۱) صبح وشام خداوند تعالیٰ کی عبادت کرو اور دن اپنے مشاغل میں گزار دو +

(۲) وہ شخص جو نہ اپنے لئے اور نہ دوسروں کیلئے کام کرتا ہے خدا سے کسی اجر کا مستحق نہیں +

(۳) وہ شخص جو تندرست اور توانا ہے اور اپنے لئے یا دوسروں کیلئے کام نہیں کرتا خدا اس پر مہربان نہیں +

(۴) اے خدا مجھے سستی اور کاہلی سے بچا +

(۵) جو لوگ دیانتداری سے روزی کماتے ہیں وہ خدا کے محبوب ہیں +

(۶) خدا اس شخص پر بہت ہی کرم کرتا ہے جو اپنی محنت سے روزی کماتا ہے +

(۷) مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ سوکھنے سے پہلے ادا کر دو +

محمود شاہ اور اورنگ زیب جیسے شہنشاہ اپنی روزی کیلئے خود محنت کرتے تھے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے سوشلزم کو اسی لئے کامیابی ہوئی کہ آپ نے حکومت میں ان اصولوں کو قائم کرنے سے پہلے لوگوں کو ان پر کاربند کر دیا۔ حضرت علیؓ کے متعلق روایت ہے کہ ایک جنگ میں دشمنوں میں سے کسی شخص کو آپ قتل کرنے لگے۔ اس نے نبی کریم صلعم کی تحقیر کرنے کیلئے آپ پر تھوک دیا۔ حضرت علیؓ نے فوراً تلوار کو نیام میں ڈال لیا۔ اور یہ کہکر چلے آئے کہ میں یہاں ذاتی رنجشوں کا بدلہ لینے نہیں آیا۔ مجھے شک ہے کہ شاید حضرت مسیح بھی ایسی مثال قائم نہ کرتے۔ جیسا میں نے پہلے بیان کیا ہے جمہوریت اسلام کا ہر ایک فرد بشر ایک امین تصور کیا جاتا تھا۔ سلطنت میں ہر ایک کے اختیارات تھے اور ان کے صحیح یا غلط استعمال کیلئے وہ خدا کے نزدیک ذمہ وار تھا۔ جیسا نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ تم ایکدن خداوند تعالیٰ کے سامنے اپنے اعمال کا حساب دینے کیلئے ضرور حاضر ہوگے۔ تم میں سے ہر ایک امین ہے اور اسے اپنا حساب دینا پڑیگا۔ ہر ایک امام ایک امین ہے اسے حساب دینا پڑیگا۔ ہر ایک انسان اپنے خاندان کا امین ہے۔ ہر ایک عورت اپنے گھر کی امین ہے۔ ہر ایک نوکر اپنے مالک کی چیزوں پر امین ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک کو حساب دینا ہوگا +

سوشلزم کے اصول نہایت کامیابی کے ساتھ رائج کئے گئے نبی کریم صلعم اور حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مسلمانوں کو قابو میں رکھنے کے لئے کسی پولیس کی حاجت نہ تھی۔ کیونکہ وہ قرآن کریم سے جانتے تھے کہ جو کچھ ان کے دل میں ہے چاہے وہ اسے ظاہر کریں یا

چھپائیں اللہ ضرور اس کا حساب لیگا۔ وہ کبھی چوری نہیں کرتے تھے اور نہ کبھی امانت کے مال کو دبا لیتے تھے۔ اِن باتوں سے وہ کسی انسان کے ڈر سے احتراز نہیں کرتے تھے بلکہ وہ خداوند تعالیٰ کو ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے۔ وہ محض خدا کی رضا حاصل کرنے کیلئے سچ بولتے تھے یتیموں اور غربا کی امداد کرتے تھے۔ اور اپنے مقاصد کو دوسروں کے لئے قربان کر دیتے تھے۔ اس طرح تمام مسلم ایک ایسی جماعت ہوگئی جس کا نصب العین ایک ہی تھا۔ سلطنت بے غرض اور خدا ترس لوگوں کے ہاتھوں میں تھی۔ جب تک یہ اصول ان کے ہادی رہے خود غرضی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اور سوشیلزم کی حکومت تھی +

مندرجہ بالا بیان سے یہ ظاہر ہے کہ جن راہوں سے مغرب سوشیلزم کو قائم کرنا چاہتا ہے وہ نہ صرف ناقص ہی ہیں بلکہ ان کا نتیجہ بدامنی ہوگا جس سے سوسائٹی کا شیرازہ بکھر جائیگا سوشیلزم اپنی موجودہ شکل میں کبھی کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکیگا جب تک کہ اس کا نصب العین اور بلند نہ ہوگا۔ اگر مکمل سوشیلزم کا مقصد مساوات انسانی ہے۔ اور اس کا یہ تقاضا ہے کہ ہم دوسروں کے لئے زندہ رہیں تو یقیناً لوگوں کو سوشلسٹ اصولوں پر قائم کرنے سے پہلے حکومت کو ان اصولوں پر چلانے کی کوشش کرنا یقیناً بے سود ثابت ہوگا۔ اس کے لئے کسی اعلےٰ تحریک کی ضرورت ہے کیونکہ کوئی انسان قربانی نہیں کر سکتا۔ اگر اس دنیا کے بعد اسے کسی اجر کی امید نہ ہو۔ جیسا میں پہلے کہہ آیا ہوں صرف مذہب ہی اس کا علاج ہے جو سوشلسٹ اصولوں کو قائم کرنے سے پہلے دل پر روحانیت کا تسلط جما دیتا ہے۔ مذہب سے ہی یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے کیونکہ مذہب ہمیں قوانین الٰہی کی پابندی اور خداوند تعالیٰ کے سامنے عاجزی سکھاتا ہے۔ صفات خداوندی کا پرتو ہماری فطرت میں موجود ہے گو وہ مادیت کے پردے میں پنہاں ہو۔ مذہب نہ صرف اس حجاب کو ہی دور کر دیتا ہے۔ بلکہ ہماری مضمرہ طاقتوں کا انکشاف ہو جاتا ہے جس سے ہمیں روحانیت کا بلند مقام حاصل ہوتا ہے جو انسانی استعدادوں کے مطابق اپنے آپ کو صفاتِ الٰہیہ سے متصف کرنے سے مترادف ہے +

آئیں ہم اسلام کو اس اصول پر پرکھیں کہ اس نے اپنے پیروؤں کے ادراک کو ارتقا کی کس حد تک پہنچایا ہے۔ اور کہاں تک روحانی ترقی بخشی ہے۔ میں اس امر کو پہلے بھی وضاحت سے بیان کر چکا ہوں کہ اسلام نے لوگوں کو ترقی کے اس اعلیٰ مقام تک پہنچا دیا تھا کہ جمہوریت اسلام میں سوشلسٹ اصول پوری طرح رائج ہو گئے تھے اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو کھلے طور پر کہتا ہے کہ روحانیت کے اعلیٰ مراتب صفات الٰہیہ کی تکمیل سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔ یہ قرآن کریم کی آواز ہے صبغۃ اللہ اللہ کے رنگ میں ہی رنگین ہو جاؤ +

نبی کریم صلعم نے بھی یہی فرمایا کہ صفات الٰہیہ میں ہی رنگین ہو جاؤ۔ اسلام نے تین الفاظ مالک۔ رحیم اور رحمان میں صفات الٰہیہ کو جمع کر دیا ہے۔ ان کے معانی بیان کرنے کے لئے یہاں یہی کہہ دینا کافی ہو گا کہ خداوند تعالیٰ کی بخششیں گو بیشمار ہیں لیکن انکی تقسیم تین طرح پر ہو سکتی ہے پہلے تو وہ نعمتیں ہیں جو ہمیں بطور انعام ملتی ہیں۔ دوئم وہ جو ہماری قابلیت سے کہیں بڑھ چڑھ کر نازل ہوتی ہیں۔ اور جن کا ہمیں استحقاق حاصل نہیں آخر میں وہ نعمتیں ہیں جو بغیر ہماری کسی کوشش کے ابر رحمت کی طرح برسائی جاتی ہیں یہ تمام بخششیں اس خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہیں جو مالک رحمان اور رحیم ہے +

اگر ہم سوشلزم کے نکتہ نگاہ سے بنی نوع انسان پر نظر ڈالیں۔ تو ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اسکی تقسیم تین حصوں میں ہو سکتی ہے۔ اول وہ لوگ جو اپنی ضروریات کیلئے کافی کما لیتے ہیں۔ دوئم وہ جنہیں اپنی محنت کا پورا عوض نہیں ملتا اور وہ ضروریات زندگی کے لئے بھی پورا انہیں ہوتا ہے تیسری وہ جماعت ہے جو اپنی روزی کمانے کے ناقابل ہے۔ حامیان سوشلزم ان حالات میں کوئی بہتری پیدا نہ کر سکے لیکن کوئی سچا مذہب ان معاملات کو نظر انداز نہیں کر سکتا صرف ایک مذہب اسلام ہی ہے جو اس موقعہ پر ہماری دستگیری کرتا ہے ہمیں صفات الٰہیہ میں رنگین ہونے کیلئے کہا گیا ہے۔ اگر ہم مالک کی عبادت کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں دوسروں کے حقوق کی نگہداشت کرنی چاہئے۔ اگر ہم رحیم کے پرستار ہیں تو ہمیں دوسرے لوگوں پر رحم کرنا چاہئے اور

ان کے حقوق سے بڑھ کر انہیں دینا چاہئے۔ اگر ہم نے رحمٰن کا رنگ اختیار کرنا ہی تو ہمیں بغیر کسی معاوضہ کی امید کے دوسرے سے احسان کرنا چاہئے۔ اسلام نے ان اصولوں کو اور بھی ترقی دی ہے۔ خطبہ جمعہ میں ہمیں یہ تعلیم دی جاتی ہے۔ ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون (ترجمہ) اللہ انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور لوگوں کے ساتھ احسان کرنے کا اور قرابت والوں کو مالی امداد دینے کا اور بیحیائی کے کاموں اور ناشائستہ حرکتوں اور ایکدوسرے پر زیادتی کرنے سے منع فرماتا ہے۔ تم لوگوں کو ایسی ایسی نصیحتیں کرتا ہے تاکہ تم خیال رکھو۔

اس طرح ہر جمعہ کو ہمیں دوسروں کے حقوق کی نگہداشت کا احساس کرایا جاتا ہے۔ اور دوسروں سے احسان کرنے کی تعلیم دیجاتی ہے یہاں تک کہ ان لوگوں سے بھی حسن سلوک کی تاکید ہے جن سے ہمیں کسی معاوضہ کی امید نہیں۔ یہ تمام احکام مالک رحیم اور رحمان کے تحت میں آجاتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ اسلام کے مطابق سوشلزم اور روحانیت کا بلند مقام خداوند تعالیٰ کی صفت رحمانیت کے مترادف ہے اگر ہم اس مقام تک پہنچ جائیں تو ہمارا تعلق خداوند تعالےٰ سے قائم ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ شرف کلام کا رتبہ بھی حاصل ہوتا ہے۔ ایک مسلمان اور حامئ سوشلزم میں کتنا فرق ہے جسے اپنے دعوئے ترقی کے باوجود ابھی صرف انصاف کا احساس ہوا ہے سوشلزم روحانیت سے ہی پایۂ تکمیل کو پہنچ سکتا ہے۔ اور روحانیت صرف نیک اعمال احسان اور خیرات سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اسکے ثبوت میں قرآن کریم کی بہت سی آیات موجود ہیں لیکن میں آپ کی توجہ صرف مندرجہ ذیل آیات کیطرف ہی مبذول کراتا ہوں

یاایھا الذین اٰمنوا انفقوا من طیبٰت ما کسبتم ومما اخرجنا لکم من الارض ولا تیمموا الخبیث منہ تنفقون ولستم باٰخذیہ الا ان تغمضوا فیہ واعلموا ان اللہ غنی حمید (سورہ البقرہ رکوع ۳۷) ترجمہ مسلمانو! خدا کی راہ میں عمدہ چیزوں میں سے خرچ کرو۔ تم نے آپ کمائی ہوں تو اور ہم نے تمہارے لئے زمین سے

پیدا کی ہوں تو اور ناکارہ چیز کے دینے کا ارادہ بھی نہ کرنا کہ لگو اسمیں سے خرچ کرنے حالانکہ تم اسکو کبھی نہ لو مگر یہ کہ اسمیں چشم پوشی کرو اور جانتے رہو کہ اللہ بے نیاز اور سزاوار حمد و ثنا ہے +

الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سراً و علانیۃً فلھم اجرھم عند ربھم ولاخوف علیھم ولا ھم یحزنون (سورۃ البقرہ رکوع ۳۶)

ترجمہ۔ جو لوگ رات اور دن چھپے اور ظاہر اپنے مال خرچ کرتے ہیں۔ ان کا ثواب ان کے پروردگار کے ہاں ان کو ملیگا۔ اور ان پر نہ خوف طاری ہوگا اور نہ وہ کسی طرح آزردہ خاطر ہونگے +

لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون ؕ وما تنفقوا من شیئٍ فان اللہ بہٖ علیم (آل عمران رکوع ۹) **ترجمہ**۔ جب تک خدا کی راہ میں ان چیزوں میں سے خرچ نہ کرو گے جو تم کو عزیز ہیں نیکی کے درجے کو ہرگز نہ پہنچ سکو گے۔ اور کوئی سی چیز بھی خرچ کرو اللہ اس کو جانتا ہے +

ارءیت الذی یکذب بالدین ؕ فذلک الذی یدع الیتیم ۝ ولا یحض علیٰ طعام المسکین ؕ فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون ۔ الذین ھم یراءون ۝ ویمنعون الماعون + **ترجمہ**۔ بھلا تم نے اس شخص کے حال پر بھی نظر کی جو روز جزا کو جھوٹ سمجھتا ہے۔ اور یہ شخص ایسا سنگدل ہو گیا ہے کہ یتیم کو دھکے دے دیتا ہے۔ اور یتیم کو آپ کھانا کھلانا تو درکنار لوگوں کو بھی اس کے کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا۔ ان نمازیوں کی بڑی تباہی ہے جو اپنی نماز کی طرف سے غفلت کرتے ہیں۔ اور وہ جو کوئی نیک عمل کرتے بھی ہیں تو ہیں تو ریا کرتے ہیں۔ اور وہاں کے ایسے تنگ ہیں کہ روزمرہ کے برتنے کی چیزوں کا بھی دریغ کرتے ہیں +

اسلام کے پانچوں ارکان۔ وحدانیت۔ نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ اور حج ایک ہی مقصد کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اگر اپنی ہی قیمتی اشیاء سے فائدہ اٹھانے کو ترک

کردینا ایثار کہلاتا ہے تو اس صفت کی پرورش ارکان اسلام کی پابندی سے بڑھ کر نہیں ہوسکتی۔ وقت مال و دولت کھانا پینا تعلقات زن ناشوئی الغرض ہر ایک چیز جو ہمیں ایثار کرنے سے باز رکھ سکتی ہے خداوند تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہم قربان کردیتے ہیں۔ ہم روزہ فاقہ کشی کی غرض سے نہیں رکھتے بلکہ اس سے ہم سبق سیکھتے ہیں۔ کہ کھانے پینے اور دیگر تعلقات جو قانون اور سوسائٹی کی نگاہ میں جائز سمجھے جاتے ہیں۔ ہم ان کے بغیر بھی زندہ رہ سکتے ہیں ہمیں اپنے سالانہ اندوختہ پر ایک ٹیکس دینا پڑتا ہے۔ اسی طرح اور خیرات ہمیں اپنے مال و دولت سے علیحدہ ہونا سکھاتی ہے حج کرنے میں ہمیں اپنے گھر بار اور عزیزوں کو چھوڑنا پڑتا ہے وقت ہی دولت ہے ہمیں اپنے وقت کو دن میں پانچ مرتبہ نماز میں صرف کرنا پڑتا ہے ہم ہر ایک چیز سے علیحدہ ہو جاتے ہیں لیکن اپنی رائے کو نہیں چھوڑتے۔ ارکان اسلام کی ادائیگی میں ہمیں خداوند تعالیٰ کے سامنے جھکنا پڑتا ہے۔ ان تمام امور سے روحانی ترقی مراد ہے۔ اور یہی ہمیں سوشیلسٹ اصولوں پر قائم کر دیتے ہیں قرآن کریم کے مطابق نکاح کی رسم ہمارے دائرے کو اور بھی وسیع کر دیتی ہے جس سے نئے تعلقات پیدا ہوتے ہیں۔ اور ہم پر نئی ذمہ واریوں کا بوجھ پڑ جاتا ہے۔ یہ تمام باتیں نفسانیت اور خود غرضی کو مٹانے والی ہیں ایثار ہی ہماری ترقیوں کا معراج ہے۔ حاصل کلام انسان کے دل و دماغ کو پہلے سوشیلزم کے اصولوں پر قائم کر کے خود غرضی کو مٹانا چاہیئے۔ شخصیتوں کو چھوڑ کر لوگوں میں قومی احساس پیدا ہونا چاہیئے۔ اسلئے میں یہ کہنے کی جرات کرتا ہوں کہ وہی شخص بنی نوع انسان کے لئے کامل نمونہ ہوسکتا جس نے مندرجہ ذیل الفاظ کہے:۔

ان صلوٰتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العٰلمین۔ ترجمہ تحقیق میری نماز اور میری تمام عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے *

نبی کریم صلعم کی تعلیم زمانہ کے لحاظ سے بہت بلند تھی اسکو سمجھنے کیلئے تیرہ سو برس یا اس سے بھی زیادہ عرصہ درکار ہے۔ دوستو ہمیں پہلے خود نبی کریم صلعم کی اتباع میں سوشلسٹ ہونا چاہئے۔ آپ نے بھی انہی اصولوں پر کاربند ہو کر اپنے دشمنوں پر فتح حاصل کی ہیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر ہم بھی انہیں کے نقش قدم پر چلیں تو وہ دن دور نہ ہوگا۔ کہ ہم بھی دشمنان اسلام پر غلبہ حاصل کرلیں گے۔

ملفوظات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

(آزاد خیال سوشلسٹ سے ایک حل طلب سوال)

کسی قوم میں دولت کی یکساں تقسیم ایک نہایت ہی اعلیٰ خیال ہے لیکن اسے عملی جامہ پہنانا بالکل محال ہے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے حکومت کی مختلف تدابیر بیکار ثابت ہونگی۔ کیونکہ ان کے نفاذ سے سلطنت میں اعتبار جاتا رہیگا بیکاری بڑھ جائیگی اور لوگوں میں جدوجہد کا مادہ مفقود ہو جائیگا جس کے بغیر دولت میں کوئی اضافہ نہیں ہوسکتا دوسری طرف لوگوں کی ایک کثیر تعداد ایسی ہے جنہیں غربت کے آہنی پنجہ سے نجات نہیں ملسکتی۔ اگر ان تک دولت کو پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ خداوند تعالےٰ کی نعمتیں تو ہر ایک کے لئے یکساں ہیں اور اس کا فضل مخلوق پر برابر ہے۔ قدرت کے مختلف عناصر تمام انسانوں کی یکساں خدمت کرتے ہیں۔ اگر اشتراکیت ہی غربت کا ایک علاج ہے تو اس کا حصول شخصی جدوجہد کو تباہ کرکے نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ شخصی جدوجہد ہی دولت پیدا کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اشتراکیت اور شخصیت دو متضاد باتیں ہیں۔ ان میں یگانگت اسی حالت میں پیدا ہوسکتی ہے۔ اگر انسان قوانین الٰہی پر کاربند ہوجائے۔

خداوند تعالےٰ کی نعمتیں بغیر ہماری کسی قابلیت کے نازل ہوتی ہیں۔ اگر کائنات کا ایک ذرہ بھی علیحدہ کردیا جائے تو ہم ایک لمحہ کیلئے بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔ خداوند تعالےٰ نے

کی رحمتیں ہمارے کسی فعل کا نتیجہ نہیں۔ اسکی صفت رحمانیت پر غور کرو۔ جس کے ذریعہ بغیر ہماری کسی قابلیت کے نعمتیں نازل ہوتی ہیں۔ اس سے تمام انسانی مصائب کا سوال حل ہو جاتا ہے۔ جو لوگ خداوندتعالیٰ کی بخششوں کو اپنے فائدے کے لئے استعمال کرنا جانتے ہیں انہیں چاہئے کہ اپنی آمدنی کو دوسروں پر بخشدیں۔ مال و دولت اپنی مختلف شکلوں میں قدرت کی اشیاء کو کارآمد بنانے کا نام ہے۔ جو لوگ یہ جانتے ہیں وہ دوسروں کی نسبت مالدار ہو جاتے ہیں اور وہی خدا کے زیادہ زیر احسان ہیں۔ ان کا تمام علم و ہنر کچھ کام نہیں آسکتا۔ اگر کائنات عالم کی تمام اشیاء پہلے سے ہی خدا نے نہ بنائی ہوں۔ ایک انسان کو اپنی محنت کا مقابلہ قدرت کی صنعت سے کرنا چاہئے جس نے تمام اشیاء خام حالت میں پہلے سے پیدا کر دی ہیں۔ دنیا میں سب سے سالدار انسان اپنی بیشمار کے عوض خداوندتعالیٰ کو کیا دے۔ اس کا جواب خدا کی آخری کتاب میں موجود ہے۔ ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتب والنبیین واتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب (البقرہ رکوع ۲۱) ترجمہ نیکی تو انکی ہے جو اللہ اور روز آخرت اور فرشتوں اور آسمانی کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائے اور مال اللہ کی حب پر رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں اور مانگنے والوں کو دیا اور غلامی کی قید سے لوگوں کی گردنوں کے چھڑانے میں دیا۔

میں دہریوں اور حامیان سوشیلزم کی توجہ ان الفاظ کی طرف مبذول کرنا چاہتا ہوں۔ کیا سوشیلزم کے اغراض و مقاصد کسی اور بہتر طریق سے معرض عمل میں آسکتے۔ وہ بیشک کسی اور طریق پر عمل کر کے دیکھ لیں انہیں ضرور ناکامیابی کا منہ دیکھنا پڑیگا۔ شخصیت اور خود بینی کو مارنے سے تمام انسانی جدوجہد کا خاتمہ ہو جائیگا۔ جو دراصل حقیقی تہذیب کی بنیاد ہے۔

اِسلام میں جمہُوریت

(حضرت عمرؓ کے عہد میں)

(از قلم جناب فیض محمد خاں صاحب)

ایکدفعہ حضرت عمرؓ کو عدالت میں بحیثیت مدعا علیہ پیش ہونا پڑا۔ ہر ایک زمانہ میں انصاف کا یہی تقاضا رہا ہے کہ فریقین کو ایک ہی نظر سے دیکھا جائے۔ اور کسی کی طرفداری نہ کی جائے حضرت عمرؓ کی تمام زندگی میں حد درجہ کی سادگی پائی جاتی ہے اس موقعہ پر بھی آپ نہایت خاموشی سے بغیر کسی شان وشوکت کے اسی دروازے سے عدالت میں داخل ہوئے جس سے باقی لوگ ہو رہے تھے لیکن سب نے آپ کو فوراً شناخت کر لیا اور زید بن ثابت جو جج مقرر ہوئے تھے۔ خلیفہ کی تکریم کیلئے کھڑے ہو گئے۔ اس پر تمام حاضرین نے بھی انہی کی پیروی کی حضرت عمر اس وقت ایک معمولی مدعا علیہ کی طرح پیش ہوئے تھے وہ عدالت میں خلیفہ کی حیثیت میں تشریف نہیں لائے تھے۔ اسلئے ان رسوم نے آپکے دل پر اچھا اثر پیدا نہ کیا۔ اور چین بجبیں ہو کر زید کو کہا۔ یہ پہلا فعل ہے جو میری طرفداری میں تم سے ظاہر ہوا۔ اس کے بعد آپ مدعی کے قریب ہی بیٹھ گئے۔ دراصل یہ مقدمہ بے بنیاد تھا۔ مدعی شہادت کے ذریعہ ثبوت بہم پہنچانے سے قاصر رہا حضرت عمرؓ کے بیان سے پہلے مدعا علیہ نے آپسے حلف اٹھوانے کا مطالبہ کیا۔ زید نے کہا کہ حضرت عمرؓ جیسے انسان کے رتبہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم قانون کے اس دستور العمل کو ترک کر سکتے ہیں۔ اس رعایت اور جانبداری پر حضرت عمر اپنے غصے کو ضبط کر سکے۔ جب تک کہ تم عمر اور ایک معمولی انسان میں تمیز کو نہ چھوڑو گے تم جج کی ذمہ داری کے قابل نہیں۔ آخر تمام قانونی کارروائی جو اس وقت رائج بھی پوری کی گئی۔ کافی ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے مدعی نے مقدمہ واپس لیلیا

لیکن اس کے بعد زید جج کے عہدہ پر قائم نہ رہ سکا۔ تاریخ اس انصاف اور مساوات کی نظیر پیش نہیں کر سکتی۔ اسی قسم کی اور بہت سی مثالیں ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ جمہوریت کے دلدادہ تھے۔ اور آپ نے عملی طور پر بتا دیا کہ بنی نوع انسان کے حقوق کی نگہداشت کس طرح ہونی چاہیئے۔ ایکدفعہ گورنر مصر کے لڑکے نے کسی شخص کو غصہ میں زدوکوب کیا۔ حالانکہ غصہ کی کوئی وجہ نہ تھی۔ یہ معاملہ حضرت عمرؓ کے علم میں آیا۔ اور آپ نے فریقین کو طلب کیا۔ گورنر کے لڑکے کا جرم ثابت ہوگیا اور ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں اس سے جرمانہ لیکر ظاہر کر دیا کہ عدالت کے سامنے وہ ایک معمولی انسان کے برابر ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ مائیں اپنے بچوں کو اس دُنیا میں آزاد پیدا کرتی ہیں۔ اور یہ میرا فرض ہے کہ میں انہیں آزاد رکھوں مندرجہ ذیل واقعہ سے ظاہر ہے کہ حضرت عمر برائے عامہ کو کہاں تک اہمیت دیتے تھے۔ ایک موقعہ پر دوران خُطبہ میں فرمایا۔ اگر میں خلاف قانون عمل کروں تو میری نسبت تم کیا خیال کروگے۔ اسی وقت ایک شخص مجمع کے درمیان سے اُٹھا اور تلوار کے قبضہ پر ہاتھ رکھ بلند آواز سے بولا۔ آپ کا مذہب سے قطع تعلق کرنا آپ کے سر کو تن سے جدا کرنے کے مترادف ہوگا۔ اس شخص کی مزید آزمائش کیلئے حضرت عمرؓ نے حقارت آمیز لہجہ میں کہا کیا تم جانتے ہو کہ یہ الفاظ کسے کہہ رہے ہو اور ان کا کیا نتیجہ ہوگا۔ اس نے جواب دیا۔ ہاں میرا رُوئے سخن اپنے مہربان خلیفہ حضرت عمر کی طرف ہی ہے۔ جسے شاید علم نہیں کہ جو شخص گمراہ ہو جاتا ہے وہ ہمارا خلیفہ کیونکر رہ سکتا ہے۔ اس کا حشر تو وہی ہونا چاہیئے جو میں نے پہلے بیان کیا ہے حضرت عمر خوشی سے مُسکرانے لگے۔ اور فرمایا الحمد للہ کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے ایسے پیرو عنایت کئے ہیں جو میرے گمراہ ہونے پر مجھے ہدایت کی طرف لا سکتے ہیں +

ناظرین کرام کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ وہ مہربانی کر کے خط و کتابت کے وقت اپنی خریداری چٹ کا نمبر ضرور لکھ دیا کریں + **مینیجر**

پاک روایات

ماؤں کے قدموں تلے بہشت ہے

رسول عربی جونہیں کہ ایک بدو عورت کو دیکھتے ہیں بے اختیار ہو کر میری ماں! میری ماں پکارنے لگتے ہیں۔ محبت کے جذبات کا ایک سمندر آپ کے دل میں جوش مار رہا ہے۔ اور اسی جوش میں آپ اس نووارد عورت سے لپٹ جاتے ہیں۔ آپ خدا کے برگزیدہ رسول اور اصحابیوں کے عزیز آقا ہیں لیکن باوجود اپنے رُوحانی اور دنیاوی مراتب کے آپ اس خاتون سے حد درجہ کی عزت اور محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ آپ اپنا جُبہ اس خاتون کو بیٹھنے کیلئے بچھا دیتے ہیں جس سے ظاہر ہے کہ آپ کے دل میں ان کے لئے بے انتہا عزت کے جذبات پائے جاتے ہیں۔ کیا ہی موثر نظارہ ہے۔ ایک بیٹا اپنی ماں سے مدت کی جُدائی کے بعد پھر ملتا ہے لیکن یہ خاتون آپ کی حقیقی ماں نہیں۔ نبی کریم صلعم کی قسمت میں بہت دیر تک آغوش مادر میں آرام کرنا نہ تھا۔ ابھی آپ چھ ہی برس کے تھے کہ آپ کی والدہ کیلئے پیام اجل آگیا۔ سایۂ پدری تو آپ کی ولادت سے پہلے ہی اُٹھ چکا تھا۔ عرب کے اعلےٰ طبقوں کا یہ دستور تھا کہ وہ اپنے بچوں کی پرورش کے لئے گردو نواح کے قبائل میں بھیج دیا کرتے تھے۔ اس طریق سے وہ عربی زبان کے ماہر ہو جاتے تھے۔ کیونکہ عربی زبان ان بدوی قبائل میں نہایت پاکیزہ شکل میں رائج تھی۔ عرب کے اُمرا بنو اُمیہ کے عہد تک اسی رسم پر قائم رہے جبکہ دمشق کو دارالخلافہ بنایا گیا۔ شان و شوکت میں اس خاندان کے بادشاہ قیصر و کسریٰ کا مقابلہ کرتے تھے لیکن ان کے بچے عرب کے صحراؤں اور بدوؤں کے جھونپڑوں میں ہی پرورش پاتے تھے۔ ولید بن مالک ہی ایک ایسا تھا جس نے شاہی محل میں تربیت پائی تھی۔ اسی لئے بنی اُمیہ میں سے یہی ایک شخص تھا جو زبان دانی اور فصاحت سے محروم رہا۔ اسی رسم کے مطابق ہر عورت تیس سال میں دو مرتبہ شہر میں آکر اپنے

میں بطور دایہ پیش کرتی تھیں۔ نبی کریم صلعم کی پیدائش کے چند روز بعد بنی ہوازن کے قبیلہ کی کچھ عورتیں مکہ میں وارد ہوئیں۔ سوائے حلیمہ کے ان سب عورتوں کو بچے مل گئے۔ نبی کریم صلعم کی والدہ آمنہؓ نے اسے اپنے بچے کے لئے مقرر کرنا چاہا لیکن حلیمہ نے ایک یتیم بچے کو لیتے ہیں تامل ظاہر کیا۔ ایک دایہ باپ سے ہی معاوضہ کی توقع رکھ سکتی ہے۔ آخر وہ رضامند ہو گئیں۔ اور بچے کو اپنے ہمراہ لے گئیں۔ حلیمہ کی چھوٹی لڑکی شیمہ بچے کو بہت ہی عزیز رکھتی تھی۔ اور نہایت محبت سے اسکی نگہداشت کرتی تھی۔ دو سال کے بعد وہ بچے کو پھر مکہ میں واپس لائیں۔ مکہ میں اس وقت وبا پھیلی ہوئی تھی۔ اسلئے وہ بچے کو دوبارہ اپنے ہمراہ لے گئیں۔ اور چھ برس کی عمر تک اسکی پرورش کرتی رہیں۔ بیس سال گزر چکے ہیں۔ اور حلیمہ جو نبی کریم صلعم کی دودھ ماں تھیں آپ سے ملنے تشریف لائی ہیں۔ انہیں دیکھ کر آپ کے دل میں محبت جوش مارتی ہے اور آپ انکی عزت حقیقی ماں سے بھی بڑھ کر کرتے ہیں۔ جنگ حنین کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اور دشمن پراگندہ ہو گیا ہے۔ بہت سے اسیران جنگ مسلمانوں کے ہاتھ آئے ہیں۔ ان میں ایک عورت ہے جو نبی کریم صلعم کی ہمشیرہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔ اسے آپ کے سامنے لایا جاتا ہے۔ اور اس سے پوچھتے ہیں کہ شناخت کیلئے کیا ثبوت دے سکتی ہے۔ وہ نہایت ہی مؤثر الفاظ میں جواب دیتی ہے کہ ایکدفعہ جب میں نے تمہیں اپنی گود میں اٹھایا ہوا تھا تو تم نے یہ دانت میری پشت پر لگائے تھے۔ دانتوں کے نشان کو پہچان کر نبی کریم صلعم نے اپنا کپڑا بچھا دیا اور نہایت عزت سے اُسے بٹھایا۔ آپ مدینہ میں ٹھیرنے کے لئے اسکی مرضی دریافت کرتے ہیں لیکن وہ اپنے ہی لوگوں میں جانا چاہتی ہے۔ اسلئے تحفہ وغیرہ دے کر نہایت عزت سے اُسے رخصت کر دیتے ہیں۔ یہ سلوک حلیمہ کے قبیلہ بنی ہوازن کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جو نبی کریم صلعم کی خدمت میں ایک وفد بھیجتے ہیں۔ وفد کا سردار یوں مخاطب ہوتا ہے۔ ان جھونپڑیوں کے قیدیوں میں آپ کی بہت سی ہمشیرگان اور خالائیں ہیں۔ ہم آپ کو اس

دن سے دیکھ رہے ہیں جب آپ ابھی دودھ پیتے بچے تھے۔ پھر آپ فیاض طبع اور نیک نفس جوان ہوئے۔ اب خدا نے آپ کو اس رتبہ پر پہنچایا ہے۔ اسلئے جس طرح خداوند تعالیٰ نے آپ پر رحم کیا ہے آپ بھی ہم پر رحم کریں۔ یقیناً نبی کریم صلعم اپنی دودھ ماں کے قبیلے کی درخواست کو نامنظور نہیں کر سکتے۔ آپ نے فرمایا۔ جتنے قیدی میرے خاندان کے حصہ میں آتے ہیں میں تمہارے سپرد کر دیتا ہوں۔ باقیوں کی نسبت نماز ظہر کے بعد میں لوگوں سے کہوں گا تم اس وقت ان سے درخواست کرنا مسلمانوں میں سے انصار اور مہاجرین جو نبی کریم صلعم کی خاطر قربانی کرنے کے موقعوں کو غنیمت سمجھتے تھے آپ کی سفارش جو آپ نے اپنی دودھ ماں کے قبیلے کی تھی کبھی رد نہیں کر سکتے تمام قیدی جنکی تعداد چھ ہزار تھی فوراً نبی کریم صلعم کی دودھ ماں کی یاد میں رہا کر دیئے گئے اسی نازک دل سے ان بلند خیالات کا اظہار ان الفاظ میں ہوا ہے۔ ماؤں کے قدموں تلے بہشت ہے +

بیاضِ صوفی

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب)

پہلی تحریر کے بعد میں نے دو اور خوابوں کا مشاہدہ کیا ہے جس سے میں اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ خواب کے معاملہ میں خیالات سے اثر ڈالنا ناممکن ہے۔ پہلی خواب یہ ہے مسٹر ڈبلیو۔ مجھے خواب میں دکھائی دیئے اور مجھ سے مالی امداد کی درخواست کی۔ میں خوب جانتا ہوں کہ یہ شخص مالی تکالیف سے بالاتر ہے لیکن بدقسمتی سے ان میں چند ایک جسمانی کمزوریاں پائی جاتی تھیں۔ اس نے مجھ سے انہی الفاظ میں امداد طلب کی جو میں نے رات کو خواب میں سنے تھے۔ میرا دوسرا مشاہدہ اور بھی معنی خیز ہے گذشتہ ماہ مجھے بیماری کی سخت شکایت تھی۔ اور میرا ایک ڈاکٹر دوست کچھ امداد کرنا چاہتا تھا۔ ایک اتوار کو وہ میرے لئے کچھ گولیاں لیتے آئے۔ جو میں نے صرف

خوش اخلاقی کے خیال سے قبول کر لیں۔ ورنہ میرا ان کو استعمال کرنے کا کوئی ارادہ نہ تھا چند دن کے بعد بیماری اور بڑھ گئی۔ متواتر ایک ہفتہ میں صحت کے لئے خدا سے دعا کرتا رہا۔ ایکدن خواب میں مجھے تھیٹر کا ایک سٹیج دکھائی دیا۔ جس پر ایک نو دس سال کا انگریز بچہ ناچتا ہوا نظر آیا۔ وہ انگریزی کے اشعار پڑھ رہا تھا جسمیں مرزلیز (شیشے کی گولیاں) کے الفاظ ہر ایک شعر کے بعد دہرائے جاتے تھے۔ اس خواب نے میرے دماغ پر گہرا اثر پیدا کیا۔ مرزلیز میرے لئے قابل فہم انگریزی نہ تھی۔ اور نہ ہی ان الفاظ کا مفہوم سمجھ میں آسکتا تھا۔ وبسٹر (Webster) میں تلاش کرنے سے مرر کے مندرجہ ذیل معنی نکل آئے۔ کوئی چیز جو صاف وشفاف ہو مثلاً پانی جس میں روشنی کی شعاعوں سے عکس پیدا ہو۔ یہ ایک اور معمہ تھا۔ لیکن اسی وقت ڈاک میں ایک خط ڈاکٹر صاحب موصوف کیطرف سے ملا۔ جسمیں ان گولیوں کو استعمال کرنے کی تاکید تھی۔ جب میں نے ان گولیوں کو دیکھا تو انہیں شفاف پاکر میری حیرت بہت بڑھ گئی۔ ہدایت کے مطابق استعمال کرنے سے مجھے صحت ہو گئی۔ یہ ایک ایسی مثال ہے جس کی تشریح نہ مادہ پرست اور نہ سپر چولسٹ کر سکتے ہیں۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ ڈاکٹر جن کا میں نے اوپر ذکر کیا ہے شاید مجھے یاد کرتے ہوں لیکن اگر یہ خواب انکے خیالات کا ہی نتیجہ ہے تو اسمیں ڈاکٹر صاحب موصوف کی شکل ضرور دکھائی دینی چاہئے تھی مختلف تصویریاں جو رائج ہیں وہ اسکی نسبت کچھ بیان نہیں کرتیں اس خواب کے بعد مجھے ہرگز ان گولیوں کا خیال نہیں آیا۔ جو ڈاکٹر صاحب نے دی تھیں۔ ان گولیوں کا میں کتنے ہی غور سے ملاحظہ کیوں نہ کرتا میں کبھی ان کا نام مرریلز نہ رکھتا۔ خواب میں یہ پیغام ایک بچے کی زبانی دیا گیا۔ اور ان گولیوں کی صفات اور نام ایک بچے کی سمجھ کے مطابق ہی . . . ہیں۔ اگر ہم کسی چیز کو صحت کے ساتھ بیان کرنا چاہتے ہیں تو اسکے خواص ہمیں ایک متمیز نام بتا دینگے۔ اور جو خواص زیادہ ظاہر ہونگے انہی کے مطابق اس چیز کا نام رکھا جائیگا۔ اگر یہ خواب میرے تصور کا نتیجہ ہوتی تو اس کا نام مقرر کرنے میں ڈاکٹر کو سامنے رکھتا یا جس مرض میں مبتلا تھا اسے ملحوظ رکھتا

اب اگر ایک بچہ ان گولیوں کا نام رکھے تو وہ ان کی چمک اور آب وتاب کو ہی سامنے رکھیگا۔ کیونکہ وہ ان کی کسی اور خاصیت سے متاثر نہیں ہوتا۔ اس پیغام نے ایک بچے کی زبانی مجھے ایک مفید دوائی بتادی جس کے لئے میں دعا کر رہا تھا۔ یہ کوئی وہمی بات نہ تھی۔ کیونکہ ان گولیوں کو استعمال کرنے پر نہایت تسلی بخش نتیجہ نکلا۔ اس میں نہ کوئی خیالات کا اثر اور نہ دماغی تصور کام کر رہا تھا۔ مسلمان بھی خیالات کو دوسروں تک منتقل کرنا اور ان کی طاقت کو مانتے ہیں لیکن سپر چولسٹ طریقوں پر نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ بغیر کسی ظاہری توسط کے سلسلہ خبر رسانی قائم ہو سکتا ہے لیکن ان خوابوں سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اس مضمون پر میں پھر کبھی لکھونگا۔ مجھے حیرت ہے کہ میرا ایک سپر چولسٹ دوست ان خوابوں کے متعلق کیا کہیگا۔ شاید وہ انہیں ان روحوں کے پیغام سے تعبیر کرے جو میری بہتری کی خواہاں ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ ان خوابوں کو خداوند تعالیٰ کی طرف منسوب نہ کریں جسے میں اپنی دعاؤں میں مخاطب کرتا رہا ہوں مسلمانوں کے نزدیک ایسی خوابیں روحانی ترقی کو ظاہر کرتی ہیں۔ جب انسانوں کے دل پر خداوند تعالیٰ کی طرف سے پیغام نازل ہونے لگتے ہیں۔ انسان میں بہت سی ایسی استعدادیں موجود ہیں جو مادی نکتہ نگاہ سے بہت بلند ہیں جو اس خمسہ کے علاوہ ہم میں اور بہت سی اندرونی طاقتیں ہیں۔ سننے اور دیکھنے کی ایک اندرونی طاقت ہے جسے اگر ترقی دی جائے تو وہ غیر معمولی طور پر کام دینے لگتی ہے۔ یہ طاقت نہایت پاکیزگی سے انسان حاصل کر سکتا ہے۔ اس کے لئے ریاضت اور نیک سیرت کی ضرورت ہے۔ اہل مشرق ان طاقتوں سے بیخبر نہ تھے لیکن وہ نہایت جفاکشی اور سخت ریاضتوں کی راہ سے انہیں حاصل کرتے تھے۔ اسلام نے آکر اسمیں سہولت پیدا کردی اور اسے ہماری روزانہ زندگی کے مطابق ہی بنا دیا۔ ہم نے اپنی مادی سرشت پر قابو حاصل کر کے اپنی طبیعت پر اسکی گرفت کو کمزور کرنا ہے۔ دنیا میں بہت کم ایسے لوگ ہونگے جنہیں ایک سچی خواب کا تجربہ نہ ہؤا ہو۔ قریباً ہر ایک شخص کو اپنی زندگی میں ایسا ایک واقعہ تو ضرور یاد ہوگا جسقدر ہماری طبیعت سے مادیت کا اثر زائل

ہوتا جاتا ہے۔ اسی تناسب سے ہماری پوشیدہ طاقتیں ترقی پاجاتی ہیں۔ جب ہم خواب میں ہوتے ہیں تو ہمارے تمام ظاہری حواس ساکن ہو جاتے ہیں۔ اِس طرح ہم اس حالت کے بہت قریب آجاتے ہیں جسمیں دماغ کی پوشیدہ طاقتیں بیدار ہو جاتی ہیں لیکن اگر ہم نفسانی خواہشات اور شہوت کے تابع ہوں تو خواب میں بغیر ہمارے علم کے دماغ انہی خیالات کے ماتحت ہوتا ہے۔ اسلئے وہ روحانی ترقی نہیں کر سکتا۔ یہ تو ہر ایک کا تجربہ ہے کہ رات کا آخری حصہ سچی خوابوں کے لئے بہت مناسب ہے۔ اگر کوئی شخص اِن پوشیدہ طاقتوں کو عملمیں لائے تو بیداری میں بھی وہ اسی دماغی حالت کو حاصل کر سکتا ہے۔ اس کا نفسانی خواہشات پر قابو پالینا اسکی روزانہ زندگی سے حیوانی جذبات کو دور کر دیتا ہے۔ میں حیران ہوں کہ کہیں مغرب کے بہت سے معمول مغالطہ میں ہی نہ ہوں۔ ان کی زندگی یا ماحول سے یہ ہرگز ظاہر نہیں ہوتا کہ ان کی پوشیدہ طاقتیں ترقی پارہی ہیں ہمیں انکی سچائی پر شک نہیں کرنا چاہیئے۔ وہ اپنے تجربات کو بیان کرنے میں سچائی کا اظہار ہی کرتے ہیں۔ یہ ان کی کسی روحانی ترقی کا نتیجہ نہیں بلکہ آخرت پر ان کا ایمان مستحکم کرنے کیلئے خداوند تعالیٰ کا ان پر یہ فضل ہوا ہے۔ یہاں اس امر کا اعتراف ضروری ہے کہ معمولوں کے ذریعہ جو پیغامات موصول ہوتے ہیں۔ ان سے ہمارے علم میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ میں آیندہ اس مضمون پر تحریر کرونگا ۔

لمعاتِ انوارِ محمدیہ حضرت رسول کریم صلعم کے پاک حالات۔ آپ کے خلق عظیم کا آئینہ۔ حسن معاشرت کا فوٹو۔ علمی۔ ادبی۔ اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع جسمیں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری و حضرت مولوی صدرالدین صاحب بی اے بی ٹی و حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء و جناب محمد مارما ڈیوک پکتھال صاحب و جناب ایس ایچ لیڈر مصنف ڈیزرٹ و دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہیں اور آنحضرت صلعم کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے قیمت فی جلد ۶ر مجلد ... ۱۰ / ۱ر

مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور

لندن مسلم ہوس میں خطبۂ جمعہ کے نوٹ

اگر خداوند تعالیٰ کی ربوبیت عالمگیر ہے تو ہر ایک قوم کے لئے ایک مذہب ضرور نازل ہونا چاہئے خاص کر پرانے زمانے کی اقوام میں جن کے درمیان سلسلۂ آمدورفت کی عدم موجودگی میں خدا کا پیغام سب کو پہنچانا ناممکن تھا۔ اس سچائی کا اعتراف قرآن کریم میں ہی ملتا ہے لیکن جو مذہب مختلف اقوام کو دیا جائے۔ وہ ایک ہی ہونا چاہئے اور وہ ایک ہی تھا۔ کیونکہ خدا کی رضا میں تضاد نہیں ہو سکتا۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ آسمانی کتابوں میں انسانی مداخلت نے اختلاف پیدا کر دیا ہے نبی کریم صلعم کی بعثت کے وقت تمام الہامی کتب خدائی الفاظ اور انسانی آمیزشوں کا مجموعہ بن گئی تھیں۔ کیا خداوند تعالیٰ یہ گوارا کر سکتا تھا۔ کہ بنی نوع انسان ایسی کتابوں سے گمراہی میں پڑے رہیں جو اس کے نام سے مشہور ہیں اور جو اپنی اصلی اور مکمل صورت میں موجود نہیں نبی کریم صلعم کے علاوہ اور کسی نبی نے خداوند تعالیٰ کی طرف سے کسی ایسے پیغام لانے کا دعویٰ نہیں کیا جو الہامی کتب کو انسانی آمیزشوں سے پاک کر دے۔ اور ان تمام تفریقات کو دور کر دے جو انسان نے خداوند تعالیٰ کے مذہب میں پیدا کر دی ہیں۔ کیا ان امور سے ہم یہ نتیجہ اخذ نہیں کر سکتے کہ قرآن کریم کا نازل ہونا ایک ضرورت تھی۔ وما انزلنا علیك الکتٰب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ ھدیً ورحمۃ لقوم یومنون

ترجمہ ہم نے تم پر یہ کتاب اس غرض سے اُتاری ہے کہ جن باتوں میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں وہ ان کو اچھی طرح سمجھا دو۔ علاوہ بریں ایمان والوں کے لئے موجب ہدایت اور رحمت ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہم قرآن کریم کی ضرورت کو محسوس نہیں کرتے کیونکہ ہم علم اور ادراک کی روشنی میں کتب مقدسہ سے خود ایک انتخاب کر سکتے ہیں۔ دو ہزار برس سے تو وہ اسمیں کامیاب نہ ہو سکے۔ اور اس حقیقت کے متعلق ان کی آنکھیں حال ہی میں کھلی ہیں +

کیا خدا ایسی کام کو خود نہیں کر سکتا جسے انسان اپنی ناقص عقل اور غلط خیالات سے سر انجام دینے میں کوشاں ہو جبکہ پہلے بھی انسانی ہاتھوں نے ہی مقدس کتابوں کی پاکیزگی کو تباہ کیا۔ بہت سی موجودہ مذہبی تحریکات قرآن اور دیگر صحائف سے اپنی انجیل مرتب کرنا چاہتی ہیں۔ اگر ایک ایسے انتخاب کی ہمیں اشد ضرورت ہے تو یہ کام خداوند تعالیٰ کو ہی کرنا چاہیئے کیونکہ اسے ہی یہ علم ہے کہ ان کتابوں میں کس قدر انسانی آمیزش ہے۔ اور اسکے اپنے الفاظ کتنے ہیں۔ قرآن کریم کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے اسی قسم کا ایک انتخاب ہے رسول من اللہ یتلوا صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ" ترجمہ۔ خدا کی طرف سے کوئی پیغمبر مقدس اوراق پڑھ کر سنائے اور ان میں سچی باتیں لکھی ہوں +

ایک مثال

بارش کا پاکیزہ پانی زندگی کے لئے نہایت ضروری ہے۔ خشک سالی سے بیماری پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جانوں کا نقصان ہوتا ہے سمندر کا پانی ہمیں فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ یہ وہی پانی ہے جو آسمان سے ایکدفعہ اتر چکا ہے لیکن اس میں دنیا کی غلاظتیں ملجاتی ہیں۔ اسلئے اسمیں زندگی کے آثار باقی نہیں رہتے سمندر کے پانی سے کھیتوں کی آبپاشی کرنا ہرگز کوئی فصل نہیں دیتا۔ سمندر کا پانی دیگر ضروریات زندگی کے لئے بھی استعمال نہیں ہو سکتا۔ اس پانی کو صاف کرنے میں تمام انسانی کوششیں بیکار ثابت ہونگی۔ اگر ہماری مادی ضروریات کے لئے یہ کوششیں بے سود ہیں تو روحانی ترقی کے لئے یہ اور بھی بیکار ثابت ہونگی۔ آسمان سے اترے ہوئے پانی میں جب دنیاوی غلاظتیں سے ملجاتی ہیں تو وہ صرف آسمان پر جاکر ہی صاف ہو سکتا ہے۔ اسی طرح جب کلام آلہی میں انسانی آمیزش ہو جاتی ہے تو وہ پاک ہونے کے لئے خداوند تعالیٰ کے پاس جاتا ہے۔ اور دنیا میں پاک ہو کر

پھر واپس آتا ہے +
بارش نہ ہونے سے زمین مُردہ ہو جاتی ہے - بارش سے ہی حیات کے آثار پیدا ہوتے ہیں - اور جب وہ دُنیاوی غلاظتوں سے ملجاتی ہے تو اسمیں زندگی کے آثار باقی نہیں رہتے - اسلئے بارش کا وقتاً فوقتاً نازل ہونا ضروری ہے +

واللہ انزل من السمآءِ ماءً فاحیا بہ الارض بعد موتھا - ان فی ذالک لاٰیۃ لقوم یسمعون - ترجمہ - اور اللہ ہی نے آسمان سے پانی برسایا - پھر اس کے ذریعے سے زمین کو اس کے مرے پیچھے ازسرِ نو زندہ کر دیا - کچھ شک نہیں کہ جو لوگ بات کو سُنتے سمجھتے ہیں - ان کے لئے ان واقعات میں نشانی ہے (النحل رکوع ۷)

کیا وہ ایک نیا مذہب تعمیر کر سکتے ہیں؟

ایک مسلم . . . جب عیسائی دنیا کو جدید لباس میں تبدیل ہوتا دیکھتا ہے تو بار بار اس کے دل میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے لیکن اراکین کلیسیا نہایت اطمینان سے اپنے مذہب اور معتقدات میں تبدیلیوں اور ترمیم کو خوش آمدید کہنے میں ذرا بھی دشواری محسوس نہیں کرتے - شاید وہ اس کے عادی ہو گئے ہیں - اوائل سے ہی مغربی کلیسیا اس امر پر ناز کرتا رہا ہے کہ وہ زمانے کی رو کے مطابق جدید طرز اختیار کر لیتا ہے - اگر پولوس نے اپنے زمانہ میں عیسائیت کو بُت پرست اقوام کے مطابق بنا دیا اور اس پر بھی وہ کلیسیا میں واحد سند سمجھا جاتا ہے تو آج بھی عیسائیت کو ریشنلزم (Rationalism) کے تقاضوں کے مطابق ڈھالنے سے مذہبی خیالات میں کوئی پریشانی رُونما نہیں ہو سکتی - اگر مذہب خدا کا منظور کردہ ہے - اور اسی کی طرف سے الہام ہوا ہے - تو کلیسیا کی یہ تمام موجودہ کوششیں نہ صرف بیسود ہی ہیں - بلکہ ان سے رضائے الٰہی کی توہین ہوتی ہے - . . . عیسائی

انہیں کوششوں سے اپنے مذہب کو باطل قرار دیتے ہیں۔ اگر وہ ایمان رکھتے ہیں۔ کہ خداوند تعالےٰ ہر ایک زمانے میں اپنی رضا کو ظاہر کرنے کیلئے انسان سے ہمکلام ہوتا رہا ہے۔ اور اس مقصد کے لئے ہمیشہ اس نے کسی انسان کو ہی چن لیا ہے۔ تو وہ اس قانون سے انکار نہیں کر سکتے۔ اگر وہ ایسا کریں تو عیسائیت کی تمام عمارت خاک میں ملجاتی ہے لیکن وہ اپنے لئے ایک نیا مذہب کس طرح تجویز کر سکتے ہیں۔ خداوند تعالےٰ کے طریقوں میں کبھی تبدیلی واقع نہیں ہو سکتی اور اس کے قوانین اٹل ہیں۔ کسی پرانے مذہب (جس میں وہ مذہب بھی شامل ہے جو بنی اسرائیل کو دیا گیا) کا مطالعہ کر لو تمہیں یہی قانون کام کرتا ہوا نظر آئیگا۔ خدا کا پیغام ہمیشہ اس وقت ایک انسان کے ذریعہ ہی نازل ہوتا رہا ہے جبکہ پہلا مذہب انسانی دست اندازی سے بگڑ چکا تھا۔ حضرت مسیح بھی اسی مقصد کے لئے تشریف لائے۔ آجکل جو بےچینی موجودہ مذہبی تحریکات کے سبب ہو رہی ہے۔ وہ کوئی نئی بات نہیں قیام کلیسیا کی ہر تیسری یا چوتھی صدی بعد لوگوں کا میلان مذہب کی طرف ہوتا رہا ہے۔ اگر انسان کا دماغ ترقی پر ہے تو اسکی ایجاد کردہ اشیا کبھی تسلی کا باعث نہیں ہو سکتیں۔ کیا عیسائیت کو نیا جامہ پہنانے کی تمام موجودہ کوششیں ظاہر نہیں کرتیں کہ یہ مذہب انسانی دماغ کی اختراع کا نتیجہ ہے +

اگر یہ مذہب خدا کی طرف سے ہوتا تو ادراک انسانی میں ارتقاء کے مختلف مدارج میں غیر مبدل ہی رہتا اور نئے تقاضوں کو پورا کرنے کے قابل ہوتا۔ کیا قدرت کی تمام اشیاء اس حقیقت کو ظاہر نہیں کرتیں۔ کائنات عالم کی ہر ایک چیز اتنی ہی پرانی ہے جتنی خود یہ دنیا لیکن پھر بھی انسانی دماغ کی ترقی کے مطابق یہ ہمیشہ نئی معلوم ہوتی ہے۔ ہر ایک نئی ضرورت خداوند تعالیٰ کی پیدا کردہ اشیاء سے پوری ہو سکتی ہے۔ اسی وجہ سے قرآن کریم خداوند تعالیٰ کی صفت

رحمانیت کو بیان کرتا ہے جس نے انسانی ضروریات کے پیدا ہونے سے پہلے
ہی ان کے پورا کرنے کا سامان مہیا کر دیا ہے۔ اسی طرح مذہب اگر خدا کی طرف سے
ہے تو اسے ادراک کے تقاضوں کو پورا کرنے کے قابل ہونا چاہئے عیسائیت
اس معیار پر ہرگز قائم نہیں رہ سکتی۔ ایک مسلم کے نکتہ نگاہ سے وہ مذہب جو
انقلاب زمانہ میں قائم نہ رہ سکے مذہب کہلانے کے لائق ہی نہیں۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے
کہ قرآن کریم کا مذہب غیر مبدل اور ہر حالت میں قائم رہنے والا ہے۔ خیالات اور تمدن
میں چاہے کتنی بھی ترقی کیوں نہ ہو لیکن اسلام کے معتقدات میں کبھی تبدیلی کی ضرورت
نہیں پڑی۔ تہذیب اور سائنس میں اسلام کا حصہ عیسائیت سے بہت بڑھ کر ہے
اسلام ہمیشہ نہایت فراخ دلی سے تعلیم کا حامی رہا ہے۔ اور اس حلقے کے اعلیٰ
تعلیمیافتہ لوگ تعلیم اسلام کے زبردست حامی رہے ہیں۔ ہندوستان کے ایک
انگریزی اخبار نے نہایت حیرت سے اعتراف کیا کہ مغربی تعلیم نے مذہب میں
کمزوری پیدا کر دی ہے۔ اور اس کے متعلق شبہات اور مادہ پرستی کو ترقی دی ہے
لیکن اس سے مسلمانوں کا ایمان مذہب اسلام میں اور بھی مضبوط ہو گیا ہے۔
موجودہ علمی تحریک سے اسقدر تو ثابت ہو گیا ہے کہ جس مذہب کی تعلیم حضرت
مسیح نے دی تھی وہ مکمل حالت میں ہم تک نہیں پہنچی۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ حضرت
مسیح کی تعلیم شروع میں ہی بگڑ گئی۔ اور بعد میں اسے ٹھیک کرنے کی جو
کوشش کی گئی وہ کچھ عرصہ کے لئے کامیاب نہ ہو گئی۔ لیکن آئندہ نسل نے اسے
قبول نہیں کیا۔ ایک گھر جو منہدم ہو چکا ہو تم اسے پرانے سامان سے از سر نو تعمیر
نہیں کر سکتے۔ انہی ٹوٹی ہوئی اینٹوں اور خستہ لکڑی سے تم اس گھر کو پہلی
حالت پر نہیں لا سکتے۔ تمہاری یہ کوشش اس مکان کی ایک نقل ہوگی
جو نہ رہائش کے لئے مفید ہوگا اور نہ دیکھنے میں بھلا معلوم ہوگا۔ اگر انسان اپنی
ہی بنائی ہوئی اشیاء کو دوبارہ قائم نہیں کر سکتا۔ تو پھر ان چیزوں کے متعلق
کس طرح ممکن ہو سکتا ہے جو خدا کی طرف سے ہیں۔ زمین کے مختلف ثمرات

جو موسم میں پک جاتے اور اسکے بعد گل سڑ جاتے ہیں۔ کیا انسان اسی سڑے ہوئے مادے سے پھر ویسے ہی شیریں اور خوبصورت پھل پیدا کر سکتا ہے۔ قدرت کے تمام عناصر جو اس پھل کو پیدا کرنے میں حصہ لیتے ہیں۔ اس خدا کی طرف سے ہیں۔ . . . .

. . . .

. . . .

. . . . . جو غیر فانی اور ہمیشہ رہنے والا ہے۔ یہ تمام طاقتیں آسمانوں اور زمین میں ابتدائے آفرینش سے موجود ہیں۔ اور ان کا بھید خداوند تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ دنیا کے پھل اور پودے خشک ہو کر گل سڑ جاتے ہیں۔ وہ ذرات جو انہیں ترکیب دیتے ہیں پھر اسی مادے میں جا ملتے ہیں جس سے یہ پیدا ہوئے تھے۔ جہاں سے پھر دوبارہ یہ اپنے مقررہ وقت پر موسم بہار کی کلیوں اور پھلوں کے شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اس طریق سے دوبارہ زندگی بخشنا خدا کا ہی کام ہے۔ انسان اس میں مداخلت نہیں کر سکتا۔ جب خداوند تعالےٰ کی کائنات میں اسی طرح عمل ہوتا ہے۔ تو کیا اس کے الفاظ کی نسبت جو وہ مختلف زمانوں میں اپنے رسولوں کے ذریعہ نازل کرتا رہا ہے کوئی اور طریق ہو سکتا ہے۔ پہلی الہامی کتب دست انسانی کی تاخت و تاراج سے نہ بچ سکیں۔ اسلئے خدا کا آخری کلام قرآن کریم کی ضرورت کو بیان کرتے ہوئے اسی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے۔ تاللہ لقد ارسلنا الی امم من قبلك فزین لھم الشیطٰن اعمالھم فھو ولیھم الیوم ولھم عذاب الیم۔ وما انزلنا علیك الکتٰب الا لتبین لھم الذی اختلفوا فیہ وھدًی ورحمۃً لقوم یومنون۔ ترجمہ۔ خدا کی قسم ہم نے تم سے پہلے بھی بہتیرے پہلے بھی بہتیرے امتوں کی طرف پیغمبر بھیجے تو شیطان نے انکے اعمال انکو عمدہ کر دکھائے سو وہی اس زمانے میں ان کا رفیق ہے اور آخر کار انکو عذاب دردناک ہونا ہے۔ ہم نے تم پر یہ کتاب اسی غرض سے اتاری ہے کہ جن باتوں میں بر لوگ اختلاف

کررہے ہیں۔ وہ انکو اچھی طرح سمجھا دو۔ علاوہ بریں یہ قرآن ایمان والوں کیلئے موجب ہدایت ورحمت ہے۔ ومن ثمرات النخیل والاعناب تتخذون منہ سکرا ورزقا حسنا ان فی ذالک لایۃ لقوم یعقلون (ترجمہ) اور اسی طرح کھجور اور انگور کے پھلوں سے کہ تم انکی شراب بناتے ہو اور عمدہ روزی سمجھ کر دوسری طرح کام میں لاتے ہو۔ جو لوگ عقل رکھتے ہیں۔ ان کے لئے ان چیزوں میں نشانی ہے +

اگر ایک گھر خستہ حالت میں ہو تو اسی بوسیدہ سامان سے تم اسے از سر نو تعمیر نہیں کرسکتے۔ اگر ایک پھل سڑ گیا ہے تو اسی سڑے ہوئے مادے سے تم نیا پھل پیدا نہیں کرسکتے۔ اگر خدا کا کلام انسانی غلطیوں انکار اور الحاق سے تباہ و برباد ہو چکا ہے تو انسان اسی برباد شدہ کلام سے اپنے لئے ایک نیا الہامی کلام نہیں بنا سکتا۔ جس طرح پھل پھول اور مادی اشیاء گل سڑ جاتی ہیں اسی طرح مذہب اور اعتقادیں بھی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں جنہیں نئی تعمیر کرنا اور دوبارہ زندگی دینا خدا کا ہی کام ہے۔ حضرت مسیح کی تعلیم میں بھی بعینہ یہی حالت پائی جاتی ہے۔ کیا ہم انسانی کوششوں سے یہ توقع رکھیں کہ وہ اس تعلیم کو دریافت کرے۔ اور از سر نو قائم کرنے میں ہماری امداد کریگی۔ حالانکہ آیندہ صدی میں خیالات کی ترقی ان تمام کوششوں کو باطل کردیگی یا ہم خدا سے یہ امید رکھیں کہ وہ پھر بذریعہ الہام اپنی رضا کو ظاہر کریگا جیسے حضرت مسیح سے پہلے ہوتا رہا۔ اگر یہ طریق بہتر ہے تو حضرت مسیح سے چند صدیوں کے بعد یہ ضرورت نبی کریم صلعم کی ذات بابرکات اور قرآن کریم کے نازل ہونے سے چھ سن عیسوی میں پوری ہوگئی۔ اس وقت دنیا کے چاروں طرف اور عیسائی ممالک میں خدا کا مذہب حد سے زیادہ بگڑ چکا تھا۔ اسلئے ہمارا یہ دعویٰ کہ اسلام ایک الہامی اور عالمگیر مذہب ہے سراسر سچائی پر مبنی ہے +

رازِ حیات

یعنی

انجیل عمل

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی تصنیف رازِ حیات کا ترجمہ انگریزی میں ہو چکا ہے اس کتاب کے چند ایک اوراق ناظرین کی دلچسپی کیلئے درج کئے جاتے ہیں مسترجم

لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت

جو کماتے ہو خود کماتے ہو

جو گنواتے ہو خود گنواتے ہو

میرا نفع میرا نقصان میرے ہی اعمال کے نتائج ہیں۔ میں اپنی رنج و راحت خود ہی پیدا کرتا ہوں۔ میری ترقی میرا تنزّل میرے ہی ہاتھ کے کھیل ہیں۔ میری عزت میری ذلت میرا اقبال میرا ادبار میری ثروت میری مسکنت میری شوکت میری نکبت سب کے سب میرے ہی افعال کے ثمرات ہیں میں ہی اپنی کشتی کا ناخدا ہوں۔ اپنی عمارت زندگی کا میں خود ہی انجنیر ہوں قوائے فطریہ میری خدمت کے لئے پیدا ہوئے مظاہر قدرت میرے ہی غلام ہیں لیکن میری اپنی ہی استعداد اور میری اپنی ہی تیاری ان سب کو میرے نافع یا میرے ضرر رساں یا میرے معاون یا مخالف بنا دیتی ہے جس طرف میں قدم اُٹھاتا ہوں خواہ وہ بلندی کی طرف ہو یا پستی کی طرف یہ سب کی سب خدا کی بنائی ہوئی چیزیں میری اپنی ہی رفتار کے مطابق میرے ساتھ ہو جاتی ہیں۔ میرے ارد گرد میرے نیچے اوپر کوئی بھی ایسی چیز نہیں جس میں میرا فائدہ میری خیر میری برکت مضمر نہ ہو لیکن اس خیر و برکت کا ظہور میرے ہاتھوں کو دیکھ رہا ہے۔ جن کی غلط حرکت ان خدام و معاونین کو میری ہلاکت اور تباہی کا باعث بنا دیتی ہے۔ خدا کا پانی میرے ہی عمل و حرکت کے ماتحت ابر رحمت یا سحاب زحمت ہو جاتا ہے۔ آگ میرے لئے ثلج جنت اور

پانی میرے ہی اشارے پر میرے لئے نارِ دوزخ بن جاتا ہے۔ الغرض اس دنیا میں اور آیندہ بھی میرے زندگی کے دونوں پہلو روشن یا تاریک میرے ہی افعال کے آثار و اظلال ہیں +

لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت دیکھنے کو تو ایک چھوٹا سا فقرہ ہے۔ اور قرآن شریف کی آیت کا ایک ٹکڑا لیکن یہی وہ انجیل مقدس اور بشارت عظمےٰ ہے۔ کہ جس پر عمل کرنے سے فی زمانہ دنیا کے بنائے ہوئے سب خدا تختِ الوہیت سے اتر کر انسان کے برابر یا اس کے غلام بن جاتے ہیں۔ یہی عمل خودداری کی جان اور عزتِ نفس کا راز ہے۔ انسان نے صرف اپنے نفع یا نقصان کی خاطر دوسروں کے آگے وقتاً فوقتاً سر جھکایا ہے۔ ایک وقت وہ عناصر و مظاہر قدرت کو اپنے نفع و نقصان کا مالک سمجھتا رہا۔ جس سے شجر حجر نجم عناصر پرستی پیدا ہوگئی۔ بعض وقت اس نے اپنی رنج و راحت کو بعض غیر مرئی قوتوں سے وابستہ سمجھا جس سے بھوت پریت جن۔ پری کے وجود نے اسکے معتقدات میں اپنی جگہ قائم کی پھر وہ انسانوں کو اپنا قاضی الحاجات اور اپنے نفع و نقصان کا مالک سمجھنے لگا۔ جس نے اس کے جذبۂ خودداری کو ہلاک کر کے اسے دوسروں کا غلام بنایا۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ انسان کی خداداد قوتیں حرکت میں نہ آئیں۔ اس کے مضمر قوی آہستہ آہستہ مر گئے۔ اسکی عقل تاریک ہوگئی وہ اپنا راستہ خود نہ دیکھ سکا۔ اس کی رسن دوسروں کے ہاتھ میں چلی گئی۔ اور وہ انسانیت چھوڑ کر ایک چارپایہ بن گیا۔ جسے اسی کا ایک ہم نوع لیکن چالاک فرد جہاں چاہا لے گیا۔ اور جس طرح چاہا اس سے خدمت لی +

اس ذلت سے بچنے کے لئے قرآن کریم نے کیا اچھی مثال دی تھی جسے بدقسمت مسلمان نے طوطے کی طرح رٹا۔ اسکو زبان پر دہرانا تو اپنے لئے موجب سعادت سمجھا اور وہ واقعی تھا بھی ٹھیک لیکن نہ ان لفظوں کی تلاوت بلکہ ان کے معانی کو اپنا دستور العمل بنانا تھا جو اسے شرافت انسانیت عطا کرتا +

افمن یمشی مکبا علیٰ وجھہ اھدیٰ امن یمشی سویا علیٰ صراط مستقیم

ترجمہ۔ کیا وہ مخلوق جو سر نیچے کئے ہوئے ہے سیدھا راستہ دیکھنے میں زیادہ ہدایت پر ہے یا وہ جس کا سر سیدھا ہے۔ خدا نے تمہیں آنکھ۔ کان اور دل دیا ہے لیکن تم میں بہت کم ہیں جو ان کی پوری قدر کرتے ہیں ....

کیا سچی حقیقت ان پیارے لفظوں میں کھول دی گئی ہے۔ یہ ربانی الفاظ صحیفۂ قدرت میں کے دو مخلوق کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ایک وہ جس کی گردن اور سر زمین کی طرف ہے یعنی چارپائے۔ اور ایک وہ جس کا سر بلند و بالا ہے یعنی انسان قرآن کا پڑھنے والا۔ اس رمز کو سمجھے کہ قرآن کیا کہہ گیا۔ وہ اپنی گردن کو دیکھے۔ اسکی بناوٹ اور لچک پر غور کرے۔ اپنی آنکھ اور کان کے مقام کو دیکھے۔ پھر ان چیزوں کو حیوانوں میں دیکھے۔ پھر خالق کی منشاء پر غور کرے حیوان ایک گز یا ڈیڑھ گز سے آگے نہیں دیکھ سکتا لیکن انسان کی حد نگاہ کا تو اندازہ ہی کچھ نہیں حیوان کی گردن اسے دائیں بائیں دُور تک دیکھنے سے مانع ہے لیکن انسانی گردن کی لچک تو اس کے راست و چپ اس کے نشیب و فراز اس کے آگے پیچھے کے حدود کا کوئی اندازہ ہی نہیں رہنے دیتی۔ ان کے حدود اس کی اپنی ہمت و حرکت پر حصر رکھتے ہیں۔ اس ہی لئے رہ راست پر چلنے کے لئے حیوان کی رسی انسان کے ہاتھ میں دیدی گئی لیکن اُس انسان کو ہم کیا کہیں جس نے ان عطیات کے ہوتے ہوئے اپنی رسی دوسروں کے حوالہ کی۔ حیوانوں کی طرح وہ دوسروں کے پیچھے ہولیا۔ اخلاق میں اعمال میں سیرت میں الغرض ہر نقل و حرکت میں مسلمان اپنی چال بھول گئے

صبغۃ اللہ

کو چھوڑ کر دوسروں کے رنگ میں رنگین ہو گئے تمہارے نزدیک یہ تہذیب ہو گی لیکن ہماری نگاہ میں تو تم من یمشی مکبا علیٰ وجھہ کے مصداق ہو۔ تم اس دن انسان کہلاؤ گے جب تمہاری رسی تمہارے ہاتھ میں ہو گی۔ جب تمہاری گردن سویا کا رنگ اختیار کریگی۔ اپنے راستہ کی تلاش کے لئے تم اپنی آنکھ میں آپ استعمال کرو گے

جب اخبار دُنیا پر محاکمہ کرنے کیلئے تم اپنے کان آپ استعمال کروگے۔ اور دوسروں کے بتلائے ہوئے واقعات کو کالوحی نہ سمجھوگے۔ چنانچہ آیت مذکورہ بالا کا دوسرا حصّہ اسی کی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ فرمایا :-

"ہمنے تمہیں آنکھ دی۔ کان دیئے لیکن تم نے بہت کم شکر گزارا"

شکر گزارنے سے مراد بار بار الحمد للہ کا زبان پر لانا نہیں۔ بلکہ اُن عطیات ربی کو صحیح طور پر استعمال کرنا ہے۔ تم آنکھ۔ کان اور دل کیلئے دِن میں لاکھ دفعہ خدا کی حمد وستائش کرو۔ پھر بھی تم سے بڑھ کر کوئی اَور کافر نعمت نہیں ہوسکتا۔ اگر تم نے اپنی آنکھ اور کان اور دل کا استعمال اپنے لئے خود آپ نہیں کیا بلکہ انہیں معطل کرکے دوسرے کی آنکھ کان کو اپنا رہنما بنایا۔ دیکھو کس خوبصورتی سے اس آیت میں حیوان و انسان کی گردن و سر کی طرف اشارہ کرکے انسان کی آنکھ۔ کان اور دل کا ذکر کردیا۔ بات یہ ہے کہ انسان کے حواس خمسہ میں باقی حواس کے مقابل بینائی اور شنوائی ہی حصول علم کا بہترین ذریعہ ہیں۔ یہی دو اعضاء واقعاتِ عالم جمع کرکے دل کے آگے پیش کرتے ہیں جن پر دل محاکمہ کرکے انسان کے آئینہ افعال و اعمال کو مختلف سانچوں میں ڈھال دیتا ہے +

الغرض جو انسان اپنا دِل و دماغ اپنی آنکھ۔ کان خود استعمال کرنا نہیں جانتا یا نہیں کرتا۔ وہ اس فیصلۂ خداوندی کے ماتحت کالانعام ہے۔ اسکی رسّی دوسروں کے ہاتھ میں ہے۔ خدا تعالیٰ اسے دوسروں کا محکوم کریگا۔ دوسروں کا بوجھ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ رات دن محنت شاقہ کریگا۔ اس کے سر کا پسینہ پاؤں تک پہنچیگا لیکن اس محنت شاقہ کے ثمر کا صرف اسی قدر حصّہ اسے ملیگا جو قوت لایموت کا کام دے سکے۔ بقیہ کُل کا کُل اُسکی جیب میں جائیگا۔ جو اپنی آنکھ اور کان کو استعمال کرتا ہے۔ آج مسلمان اپنی حالت پر روتے ہیں۔ اپنی سلطنت۔ قوت شوکت کا جنازہ اُٹھاتے ہوئے مصروفِ آہ وزاری ہیں لیکن وہ ایک منٹ کیلئے غور نہیں کرتے کہ یہ نکبت و فلاکت کسی اور نے ان کے لئے پیدا نہیں۔ دشمنوں نے

ان کے گھر کو نہیں گرایا ۔ عمارت تو پہلے ہی گر رہی تھی ۔ ہاں جس کی نگاہ میں مسلم خود ہلاکت تک پہنچ چکا تھا ۔ اس نے مرے کو مارے شاہ مدار کر دیا ۔ مدت سے مسلمانوں نے اپنے لئے غور کرنا چھوڑ دیا ۔ مدت سے ان میں قوتِ عمل مفقود ہے ایک عرصہ سے قوم جذبات فاسدہ کی غلام ہو کر سمع و بصر کھو بیٹھی ہے ۔ تو پھر کیوں ان کی رسی دوسروں کے ہاتھ میں نہ چلی جائے

"آنچہ بر ماست ہمہ از ماست"

لہا ما کسبت و علیہا ما اکتسبت کا حکم آج ہم پر وارد ہو گیا اور وہ زبردست اور اٹل فتویٰ خداوندی جس کا اعلان تیرہ سو برس ہوئے سب سے اول دنیا میں ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتٰی یغیروا ما بانفسہم کے الفاظ میں ظاہر ہوا تھا ۔ آج ہم پر صادر ہو گیا ۔ قضاء و قدر نے ہمیں مجرم قرار دیکر ہم پر سزا ئے لازم وارد کی ۔

لفظ بشارت جسے عبرانی میں انجیل کہتے ہیں اپنے اندر انذار کے معنی بھی رکھتا ہے ۔ یعنی کسی کو کسی بات سے ڈرانا ۔ اور اگر غور سے دیکھا جائے ۔ تو انذار بھی ایک خوشخبری ہے ۔ کسی کو کسی خطرہ سے ڈرانا دراصل اُسے مصیبت سے بچانا ہوتا ہے ۔ اس سے بڑھ کر اور کیا خوشخبری کسی کیلئے ہو سکتی ہے ۔ اگر اُسے پیش از وقت آگاہ کر دیا جائے ۔ کہ فلاں عمل اس کے حق میں مفید یا مضر ہوگا ۔ قرآن کریم نے لہا ما کسبت و علیہا ما اکتسبت کہکر یہ خوشخبری دی ۔ کہ اے انسان تیرے اپنے ہی عمل تیرے لئے خیر و برکت ہونگے لیکن تو خود ہی اپنی مصیبت اور ذلت کا باعث ہوگا ۔ یہ وہ انجیل عمل ہے ۔ کہ جس کے آنے پر انسان ہر قسم کی توہم پرستی سے آزاد ہو جاتا ہے ۔ اس کے کُل قویٰ حرکت میں آجاتے ہیں اس کا دل ہر قسم کے خوف و خطرے سے آزاد ہو کر حقیقی اطمینان پالیتا ہے ۔ وہ پوری تسلی کے ساتھ ہر ایک کام کر سکتا ہے ۔ جب تک انسان اپنی بہبودی یا نقصان کو دوسروں سے وابستہ سمجھتا ہے ۔ اسے اپنے قوے پر بھروسہ نہیں رہتا ۔ اسکی اپنی ہمت ضائع ہو جاتی ہے اسکی کُل کی کُل کوشش اسی پر آ رہتی ہے کہ اس کے مفروضہ خداوندانِ نعمت یعنی وہ وجود جن سے وہ اپنے نفع و نقصان کو وابستہ سمجھتا ہے اس سے خوش ہو جائیں وہ سمجھتا ہے کہ میری اپنی نقل و حرکت میری اپنی قوتوں کا استعمال میری اپنی کوششیں

سب کی سب بے سود ہیں۔ کیونکہ نفع ونقصان تو ایکدوسرے کے ہاتھ میں ہے۔ میں لاکھ کوشش کروں میں کام کرتا کرتا مرجاؤں۔ یہ سب باتیں لاحاصل ہیں۔ جبتک وہ وجود جس کے ہاتھ میں میرا نفع ونقصان ہے راضی نہ ہو۔ اسلئے میری خیر و برکت اسی میں ہے۔ کہ میں اپنی کوششوں کو تو ایک طرف رکھوں اور سب سے پہلے اس وجود کے خوش کرنے کے سامان کروں۔ اس کا لازمی نتیجہ فقدان عمل ہوگا۔ اور اس سے کل انسانی قوتیں ہلاک ہوجائیں گی۔ اپنے مفروضہ نفع ونقصان کے مالک کی خوشی انسان کا نصب العین ہوگی۔ وہ چڑھاوے منتوں۔ قربانیوں۔ کفاروں سفارشوں کی تلاش میں لگ جائیگا۔ اپنے مفروضہ خداوندوں کے آگے جن میں بعض وقت حکام وقت بھی شامل ہوجاتے ہیں اپنے آپ کو ذلیل سے ذلیل رنگوں میں پیش کریگا۔ پھر اس پر بھی اُسے کون یقین دلاسکتا ہے کہ اس کے معبود اس پر خوش ہوگئے ہیں۔ اُسے اب نقصان سے بچاکر ہر خیر و برکت کا مالک کردینگے۔(۱)

کیا یہ حالت ہر جگہ ایسے انسانی قلب کی نہیں جس کا کامل بھروسہ اپنی ذات پر نہیں۔ بلکہ اُنکی نگاہ اپنے سود وضرر کیلئے دوسرے کی طرف ہے۔ اب اگر یہ انسانی قلب کا صحیح نقشہ ہے تو اس سے بڑھکر اور کیا خوشخبری ہوسکتی ہے کہ اس ذات کی طرف سے جس کے ہاتھ میں حقیقی طور پر نفع ونقصان ہے جو ذرّہ ذرّہ کا مالک ہے۔ اور جس کی منشاء کے خلاف کوئی واقعہ ظہور میں نہیں آتا۔ وہ خود انسان کو اطلاع دے۔ کہ تیری رنج وراحت تیرا نفع ونقصان کسی عنصر کسی مظہر قدرت شمس۔ قمر۔ نجم دریا درخت۔ حتّٰی کہ کسی انسان وہ پیر ہو یا فقیر۔ ولی ہو یا رشی۔ نبی ہو یا اوتار شہری ہو یا حاکم۔ الغرض کسی کے ہاتھ میں نہیں۔ تیرا نفع ونقصان ان کی خوشی یا ناراضگی پر منحصر نہیں ہے۔ بلکہ لکم ما کسبتم تو ہی اپنے نفع ونقصان کا پیدا کرنیوالا ہے۔ ہم نے خیر وشر کے اندازے مقرر کردیئے ہیں۔ وہ اندازے ہمارے اٹل ہیں وہی ہماری تقدیر ہے۔ فلاں چیز یا فلاں کام کے فلاں اندازے سے لازماً نیک نتیجہ پیدا ہوگا۔ اور فلاں اندازے سے لازماً ضرر ہوگا۔ یہی حقیقت تقدیر ہے جس کو

لوگوں نے کچھ اور سمجھ رکھا ہے۔ ان خیر و شر کے اندازوں کا ہم تجھے یا تو بذریعہ الہام علم دیتے ہیں۔ یا تیرے لئے تحقیق کے مواقع پیدا کر دیتے ہیں۔ کہ جن سے تو خیر و شر کے اندازوں سے واقف ہو جائے۔ ان اندازوں کا علم حاصل کر اُن کو اپنے سامنے رکھ۔ تیرا نفع و نقصان۔ تیری رنج و راحت تیرے اپنے ہاتھ میں ہے۔ اگر تو خیر و برکت کے اسباب پیدا کریگا۔ تجھے نیک ثمرات سے کوئی روک نہیں سکتا۔ بالمقابل اگر تو نے اسباب شر مہیا کئے تو پھر بد نتائج کے بھگتنے کے لئے تیار ہو جا۔ تجھے ان بد نتائج سے کوئی صدقہ کوئی فدیہ کوئی کفارہ کوئی سفارش نہیں بچا سکتی۔ ان بد نتائج سے بچنے کے بھی ہمارے بعض مقرر کردہ طریق ہیں لیکن ان پر بھی تجھے خود ہی عمل کرنا ہوگا۔ تب نجات حاصل ہوگی یہ یاد رکھ کہ جو کچھ ہماری طرف سے ہوتا ہے۔ یا آتا ہے وہ سب خیر ہی خیر ہے۔ تیرا اپنا عمل ان چیزوں کو جو خیر محض تھیں تیرے لئے شر بنا دیتا ہے یعنی تو ان چیزوں کے متعلق صحیح عمل نہیں کرتا۔ ہم نے تجھ پر ایک اور بھی مہربانی کر دی ہے۔ کہ جہاں تیری ایک بد عملی تیرے لئے ایک ہی نتیجہ بد پیدا کریگی۔ وہاں تیرے ایک عمل خیر کے عوض تیرے ثمرات دس گنے ہو جائیں گے۔ الغرض جو کچھ ہے تیرا اپنا عمل ہے۔ اور ہم نے اس قانون عمل کی اس قدر رعایت کی ہے۔ کہ قادر مطلق ہونیکے باوجود بھی ہم تیری حالت اچھائی یا برائی کی طرف نہیں بدلینگے۔ جب تک کوئی عمل و حرکت نفع و نقصان کی طرف پہلے تجھ سے سرزد نہ ہو۔ سایہ کی طرح تیری بھلائی اور تیری مصیبت اسی ایک اور دس کی نسبت سے تیرے اعمال کے متعاقب رہیگی۔ یہ انجیل عمل ہے جو ہم دیتے ہیں۔ اپنے اعمال پر بھروسہ رکھ۔ کوئی انسان تجھے تکلیف نہ دیگا۔ تو کسی کے ماتحت پیدا نہیں ہوا۔ دنیا کے حاکم و محکوم ایک ہی طرح اور ایک ہی قسم کی بے سرو سامانی کے ساتھ یہاں آئے اور یہاں سے جاتے ہیں۔ حکومت اور محکومیت ان کے اپنے اعمال کی دو شکلیں ہیں۔ روئے زمین کی ہر ایک چیز ہم نے تیرے لئے مسخر اور تیری خادم کر دی ہے لیکن اُن کی خدمت سے متمتع ہونے کے لئے پہلا قدم تیرا اٹھنا چاہئے

فی الجملہ تیرے اعمال کے نتائج کے مرتب ہونے میں اور تو اور ہم خود بھی دخل نہیں دیتے

"ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم"

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

جرمنی میں اشاعت اسلام کی ضرورت

ایک جرمن ڈاکٹر اور دو خواتین کا قبول اسلام

ہندوستانی مسلمانوں سے اپیل

ذیل کا مضمون مولوی عبدالستار خیری ایم اے نے جو آجکل جرمنی میں پروفیسر ہیں اخبار "محمدن" میں بزبان انگریزی لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی میں اشاعت اسلام کی ضرورت اس وقت کس قدر ہے۔ ممدوح علیگڈھ کے پرانے متعلمین میں سے اور غالباً دہلی کے باشندے ہیں آپ عرصہ سے اپنے برادر بزرگوار پروفیسر عبدالجبار خیری ایم اے کے ساتھ جرمنی میں مقیم ہیں۔ جن دنوں ہم انگلستان میں تھے پروفیسر عبدالجبار صاحب نے اسی موضوع پر مولوی مصطفیٰ خانصاحب سابق امام مسجد ووکنگ کی خط و کتابت بھی ہوئی تھی اور پروفیسر صاحب نے ایک نومسلمہ خاتون کی امداد سے جرمنی میں مشن قائم کرنے کیلئے ایک سکیم مرتب کر کے ووکنگ میں بھیجی تھی جو اسی وقت احمدیہ انجمن اشاعت اسلام کے غور کے لئے لاہور بھیجدی گئی۔ ہمیں خوشی ہے کہ انجمن نے آخر کار وہاں مشن قائم کرنے کا فیصلہ کر دیا اور عنقریب دو قابل مبلغین مولوی عبدالمجید صاحب ایم اے اور تھوڑے ہی عرصہ بعد مولینا مولوی صدرالدین صاحب بی اے۔ بی ٹی اس مقدس فرض کی انجام دہی کیلئے یہاں سے روانہ ہونیوالے ہیں انشاءاللہ تعالیٰ۔ ایڈیٹر

یورپ اور مسلمانان ہند

ہندوستان میں دنیا کے تمام ملکوں سے زیادہ مسلمان آباد ہیں۔ اور ہندوستانی مسلمان

دنیائے اسلام کا گویا فخر ہیں۔ وہ تمام یورپین فضلا جنہوں نے اسلامی دنیا کا مطالعہ وسعت نظر اور غور و خوض کے ساتھ کیا ہے۔ اس حقیقت نفس الامری کو پورے یقین کے ساتھ مانتے ہوئے ہیں کہ اسلام کی شائستگی اور جاہ و جلال کا دوبارہ نمو اگر مقدر ہے۔ تو وہ ہندوستان میں ہوگا نہ کہ عرب یا ٹرکی میں لیکن یورپ کے عامۃ الناس کے نزدیک ہندوستانی مسلمان کوئی ہیں ہی نہیں۔ یورپ کے قریباً ہر حصہ میں سیاحت کرتے ہوئے اور قریباً ہر قسم کے انسانوں سے جن میں پروفیسر جرنلسٹ اور مدبران ملکی بھی شامل ہیں۔ گفتگو کے دوران میں یہ دیکھ کر مجھے سخت تعجب اور درد پیدا ہوا کہ وہ بالعموم ہندوستان میں مسلمانوں کی ہستی ہی سے بیخبر ہیں۔ اور تو اور وہ پروفیسر بھی جو کہ نام نہاد ماہرین ہند ہیں اور ہندوستان کے متعلق واقفیت رکھنے میں انہیں درجہ خاص حاصل ہے اس سے ہی باخبر نہیں۔ ان پروفیسروں نے ہندوستان کو مطالعہ کرنے میں اپنی عمریں صرف کردی ہیں۔ لیکن ان کی عمریں محض پرانی سنسکرت ہی کی ورق گردانی کرنے میں تمام ہوئی ہیں +

دوسرے پروفیسر جو اسلام کو خاص طور پر مطالعہ کرتے ہیں بالعموم عرب شمالی افریقہ ٹرکی اور ایران سے باہر نہیں نکلتے۔ اسلئے ہندوستانی مسلمانوں کو سب سے ہی بھلا دیتے اور قطعاً نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اور خود مسلمان بھی اس بارہ میں کوئی ہمت نہیں کرتے۔ عامۃ الناس ہی کے نزدیک نہیں۔ بلکہ تمام نام نہاد فضلا اور اعلےٰ تعلیمیافتہ اشخاص کے لئے بھی ہندوستان صرف بدھ مذہب کے لوگوں اور برہمنوں کی سرزمین ہے۔ اور ہر ایک وہ شخص جو ہندوستان سے آتا ہے۔ یا تو وہ بدھ مذہب کا پیرو ہوتا ہے یا برہمن۔ یہاں تک کہ آگرہ کا تاج محل بھی صرف برہمنوں ہی کا ایک مندر ہے اس تمام ناواقفیت کا

ذمہ وار کون ہے ؟

ہندوستانی مسلمان ہی اس کے دراصل ذمہ وار ہیں مسلمانوں کے وہ چند ایک افراد جو یورپ میں ریسرچ تحصیل علوم۔ تجارت یا آرام و راحت کے لئے جاتے ہیں۔ سوائے شاذ و نادر کے عموماً اپنا وقت عیش و عشرت ہی میں صائع کر دیتے ہیں۔ اور اگر وہ نہایت اعلےٰ

اخلاق کے انسان ہیں۔ تو وہ اپنا وقت عموماً اس کام میں ہی لگاتے ہیں جس کیلئے وہ وہاں تک پہنچتے ہیں +

ان خوشگوار ایام میں جو قرون اولے کے نام سے موسوم ہیں ہر ایک مسلمان خواہ وہ طالبعلم ہوتا تھا۔ یا تاجر۔ اسلام کا مشنری۔ جیسا کہ آجکل ہر ایک ہندو اپنے مذہب کے فلسفہ اور علوم کو شائع کرتا اور پھیلاتا ہے +

ہندوؤں کا مسلمانوں کے ذکر سے اغماض

ان ہندوؤں کا جو اس طرح سے اپنے مذہب کی اشاعت کرتے ہیں ہر ایک فرد اس امر میں حد درجہ محتاط ہوتا ہے کہ کوئی ایسی بات ان کے منہ سے نکلے۔ جس سے کسی طرح سے یہ ظاہر ہو کہ ہندوستان میں مسلمان بھی موجود ہیں۔ میرے پاس اسکی بہت سی مثالیں ہیں لیکن اس جگہ میں صرف وہی پر حصر کرتا ہوں جو اپنے اثر کے لحاظ سے نمونہ کا کام دے سکتی ہیں +

گذشتہ موسم گرما میں مشہور بنگالی شاعر ٹیگور نے برلن یونیورسٹی کے عظیم الشان ہال میں جو سامعین سے بھرپور تھا "ہندوستان کا پیغام" کے عنوان سے ایک لیکچر دیا۔ قریباً ایک گھنٹہ تک آپنے تقریر کی اور بتایا کہ ہندووں کو صحیفہ قدرت سے بالخصوص اور فطرت سے بالعموم ایک دلی محبت ہے فطرت ایک ہندو کے نزدیک ایسی چیز نہیں جس کو دوسی سراہا جائے بلکہ وہ اسکی بالکل قریبی چیز ہے۔ اسقدر قریبی جیسے اسکے قریب ترین رشتہ دار +

غرض جناب ٹیگور نے صرف ہندوؤں ہی کے متعلق کہا جو کچھ کہا۔ اور اس میں چنداں حرج نہ تھا اگر پہلے سے اسکی وضاحت کردیجاتی کہ صرف ہندوؤں ہی کے متعلق آپنے بیان کرنا ہے۔ مگر طرفہ یہ ہے کہ آپ "ہندوستان کا پیغام" اہل برلن کو پہنچاتے ہیں۔ اور مسلمانوں کا اسمیں نام و نشان تک موجود نہیں +

ٹیگور اسلام پر

صرف ایک ہی دفعہ اسلام کا ذکر انہوں نے کیا اور وہ بحیرہ قلزم کے ناخوشگوار اور تکلیف دہ عربی کنارہ کی نسبت تھی جس سے اپنے سفر کے دوران میں ان لوگوں اور اس مذہب کے نوبین عادات و اخلاق کا خیال انہیں پیدا ہوا۔ جو اس سرزمین سے نکلے ہیں۔

اغماض کی ایک اور مثال

۸ فروری ۱۹۲۲ء کو مسٹر بی کے سرکار ممبر نیشنل ایجوکیشنل کونسل آف بنگال نے ہندوستانی شائستگی میں سیاسی تحریکات کے عنوان سے ایک مضمون پڑھا۔ اور سامعین میں ایک اشتہار تقسیم کیا جس میں ذیل کی باتیں خلاصۃً بیان کی گئی تھیں:-

(یہ باتیں چونکہ محض جمہوریت کے نظام سیاسی پر مشتمل ہیں۔ اور ایسے نظام کے ضروری عناصر کو ہمہ دانی نقطہ نگاہ ہی سے بیان کیا گیا ہے جس کا تعلق اصل مضمون سے چنداں نہیں۔ اسلئے بغرض اختصار ہم ان کو نظر انداز کرتے ہیں۔ ایڈیٹر)

اس تمام لیکچر میں مسلمانوں کے متعلق ایک بھی لفظ نہیں۔ نہ ہی "نوجوان ہندوستان کے پیغام" میں شروع سے آخر تک مسلمانوں کا نام تک بھی آیا ہے۔ یہ ہندو حضرات جب ہندوستان کے متعلق کچھ بیان کرتے ہیں۔ تو اسلام کا قطعاً ذکر تک نہیں کرتے +

مسلمانوں کی غفلت اور اس کے نتائج

کیا یہ سچ ہے کہ ہندوستان میں کوئی قابل مسلمان نہیں۔ یا قابل ہندوستانی مسلمان اسلام کی ذرہ برابر پروا نہیں کرتے۔ یا یہ بات ہے کہ وہ لوگ جو بڑی خوشی کے ساتھ ان خدمات کو سر انجام دینے کے لئے تیار ہیں۔ ان کے پاس اس کے سامان اور ذرائع موجود نہیں۔ اور نہ ہی دوسرے لوگ انکو امداد دینے پر آمادہ ہیں؟ اگر یہ حالات چندے اور ایسے ہی رہے جیسے کہ اب تک چلے آتے ہیں۔ تو ان کے نتائج کا پیش از وقت جان لینا کوئی مشکل امر نہیں۔ ارمنیوں کی مٹھی بھر جماعت کے اس پروپاغنڈا کی مثال ہمارے سامنے ہے جو انہوں نے بیچارے ترکوں اور کردوں کے اندر کیا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یورپ اسلام کا دوست نہیں کیونکہ یورپ کو پتہ نہیں کہ اسلام کیا چیز ہے۔ جو کچھ اسے معلوم ہے وہ ان مخالف اسلام کوششوں کا نتیجہ ہے۔ جو گذشتہ تیرہ سو سال سے جاری ہیں۔ اس کا الزام کس کے اوپر ہے؟ ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے سوائے اور کوئی اس کا ملزم نہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ

یورپ اسلام کو جاننا چاہتا ہے

عامتہ للناس اپنی غلط رائے کو تبدیل کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر مسلمان انہیں یہ بتادیں کہ فی الحقیقت اسلام کیا چیز ہے میں ہمیشہ ایسے لوگوں سے ملا ہوں جنہوں نے اسلام کے متعلق صداقت کے معلوم ہونے پر فوراً اپنی رائے کو بدل دیا ہے۔ صرف یہی نہیں بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو بعض نیک دل مسلمانوں سے چند مرتبہ گفتگو کرنے کے بعد اب مسلمان ہونے پر بالکل آمادہ ہیں۔

جرمنی میں اسلام پر لیکچر

تین چار مہینے ہوئے ڈائی جیلیسچیفٹ اسلام کنڈے" نامی ایک سوسائٹی نے اسلام کے مختلف موضوعات پر لیکچروں کا ایک سلسلہ شروع کیا جس میں میرے برادر بزرگوار پروفیسر مولینا جبار خیری ایم اے اور راقم سطور ہذا نے بھی عملی حصہ لیا۔ لوگ ان لیکچروں میں اسقدر دلچسپی لیتے تھے کہ ان دنوں میں بھی جب اس چار لاکھ کی آبادی کے عظیم الشان شہر میں ٹریم اور روشنی والوں کی ہڑتال تھی۔ وہ برابر لیکچر میں آتے رہے لیکچروں کے بعد سوال جواب اور بحث و مناظرات رات کو دیر تک ہوتے تھے۔ اس سوسائٹی کے پریزیڈنٹ کو جو کہ مسلمان نہیں ایسے خطوط موصول ہوئے جنمیں ان لوگوں نے قبول اسلام کی خواہش ظاہر کی۔ اور شراب اور خنزیر کو بھی ترک کرنے پر آمادگی بتائی۔

ایک جرمن ڈاکٹر اور دو خواتین کا قبول اسلام

میرے بھائی اور خود میرے ساتھ گفتگو کرنے سے دو خواتین اور ایک مرد جو ڈاکٹر آف فلاسفی ہیں قبول اسلام کا اعلان کر چکے ہیں۔ ایک اور شخص جو انٹرنیشنل لاء کا پروفیسر اور علوم مشرقیہ کا بہت بڑا عالم ہے عنقریب اسلام قبول کرنیوالا ہے۔ لوگ اسلام کی طرف ہماری کسی کوشش و سعی کے بغیر ہی چلے آرہے ہیں +

جرمنی میں اسلام کی سب سے بڑی امید

یورپ کے تمام ممالک میں سے کہیں بھی اسلام کی اسقدر اشاعت کی امید نہیں ہو سکتی جیسی کہ جرمنی میں ہے۔ جرمنی نے جنگ میں شکست کھائی ہے۔ اور اب وہ اپنی ساری زندگی کو دوبارہ

مرتب کرنے کا ارادہ کر رہا ہے یہاں ہر ایک شخص کو یہ یقین ہے کہ مذہب کے بغیر دوبارہ حقیقی امن پیدا ہونے کا کوئی امکان نہیں عیسائیت اب بالکل ناکام ہو چکی ہے جرمنی غلط اور جھوٹے پروپاغنڈا کی طاقت کو جانتا ہے۔ اور اسلئے اسلام کے خلاف صدیوں کے پروپاغنڈا کی حقیقت کو پہچاننے میں اسکی پوزیشن زیادہ بہتر ہے۔ جرمنی یورپ کا مرکزی مقام ہے اور اسلئے یہاں کی کامیابی کا اثر ہمسایہ ملکوں میں بہت عظیم الشان ہوگا۔ اس طریق کار سے جو اہل اسلام کی آغوش میں نشوونما حاصل کر سکتا ہے۔ اسلام اور بلاد اسلامیہ کا علم لوگوں کو ہوگا جس سے یقیناً یورپین پبلک کا رخ اسلام کی حمایت میں جائیگا۔ ہاں شرط یہ ہے کہ کام کو خوب مضبوطی اور صبر و استقلال کے ساتھ چلایا جائے +

جرمنی میں خرچ کی کفایت

اس وقت یہاں اس کام کو شروع کرنے کا ایک اور فائدہ بھی ہے۔ ان لوگوں کیلئے بالخصوص جنکی آمدنی کے ذرائع ہندوستان اور مصر جیسے ممالک میں ہیں۔ جرمنی رہائش اور کام کیلئے سب سے زیادہ سستا مقام ہے۔ یہاں ایک شخص چار پانچ پونڈ میں نہایت عمدگی کے ساتھ بسر کر سکتا ہے۔ حالانکہ انگلستان میں ایسی ہی طرز رہائش کیلئے کم از کم بیس پونڈ ہونے چاہئیں یہاں کتابیں پمفلٹ اور میگزین کی چھپوائی بہت سستی پڑتی ہے +

حالات حاضرہ اور اشاعت اسلام

بہت سے میرے اس خیال پر نفرت کے پیرایہ میں ہنسی اور مذاق اڑائیں گے بہت ہونگے جو موجودہ وقت کو اس کام کے لئے بالکل بے موقعہ خیال کرینگے۔ راقم ہذا نے بھی اس کام کے تمام نشیب و فراز پر غور و خوض کیا ہے۔ اور مادر وطن کے حالات و واقعات سے بھی وہ بیخبر اور غافل نہیں۔ جو کچھ ہندوستان میں ہو رہا ہے۔ اسقدر دور بیٹھے ہوئے جسقدر اس کا علم ہو سکتا ہے اسے پتہ ہے لیکن اسے یقین کامل ہے۔ کہ اس کام کا اثر ہندوستان کی کوششوں پر برا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ عمدہ اثر ہوگا۔ یہ کام خلافت کی اصل روح کے لئے بے انتہا فائدہ کا موجب ہوگا۔ یہ یقیناً اسلام پر سے اس بدترین الزام کو دور کرنے کا موجب ہوگا۔ جو خونریزی اور تباہی کے نام سے اس پر لگایا جاتا ہے اور جس کو اور تو اور مسٹر سر کار ممبر بنگال ایجوکیشنل کونسل نے بھی جیسا کہ میں نے سنا ہے بڑی

فصاحت و بلاغت کے ساتھ آج ہی برلن یونیورسٹی کے انگلش سمینر میں جرمن کلاسک پر تقریر کرتے ہوئے دوہرایا ہے +

چونکہ میں جرمنی میں موجودہ واقعات پر لکھ رہا ہوں میں اسلام کے ساتھ بیوفائی کرونگا اگر ہندوستانی مسلمانوں کو اسلام کے متعلق اس سب سے بڑے موقعہ کی اطلاع نہ دوں +

پروفیسر عبدالستار خیری ایم اے

صوم

(از قلم محمد یعقوب خانصاحب بی اے بی ٹی)

ہر ایک الہامی مذہب نے اور عبادات کے ہمراہ روزے کو بھی ہماری روحانی ترقی کے لئے ضروری ٹھیرایا ہے۔ درحقیقت نماز اور روزہ دو بازو ہیں جن کے ذریعہ انسان دُنیا کی مادیت سے نکل کر رُوحانیت کے بلند مقام تک پرواز کرسکتا ہے جو نیکی اور خوبی فطرت انسانی میں پنہاں ہوتی ہے۔ اس کا اظہار نماز و روزہ سے ہی ہوسکتا ہے۔ روزہ ایک ایسا رکن ہے جو آج تک تمام قدیم مذاہب میں پایا جاتا ہے۔ برہمن مذہب۔ بُدھ مت اور یہود نے آج تک مذہب کے اس رکن کو قائم رکھا ہے۔ اسلام بھی دیگر پرانے مذہب کی طرح روزے پر زور دیتا ہے +

موجودہ عیسائیت ہی صرف ایک ایسا مذہب ہے جس نے اس فریضہ کو ترک کردیا ہے اس کا یہ فعل ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ انجیل میں اس کا ذکر آیا ہے اور حضرت مسیح نے بھی روحانیت کی ترقی کیلئے روزے کو ایک ذریعہ ٹھیرایا ہے جب شاگردوں نے یسوع سے پوچھا کہ ہم اس (ناپاک رُوح) کو کیوں نہ نکال سکے"۔ اس نے کہا کہ یہ جنس سوا دُعا اور روزہ کے کسی اور طرح سے نکل نہیں سکتی" (مرقس باب ۹ آیت ۲۹)

ایکدوسرے مقام سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح نے چالیس دن تک روزہ رکھا اُس وقت رُوح یسوع کو جنگل میں لے گیا۔ تاکہ ابلیس سے آزمایا جائے اور چالیس دن اور چالیس رات

فاقہ کر کے آخر کو اُسے بھوک لگی اور آزمانے والے نے پاس آکر اس سے کہا اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو فرما کہ یہ پتھر روٹیاں بن جائیں" (متی باب ۴ آیت ۱-۳)

پھر یسوع رُوح القدس سے بھرا ہوا یردن سے لوٹا اور چالیس دن تک رُوح کی ہدایت سے بیابان میں پھرتا رہا اور ابلیس اسے آزماتا رہا - ان دنوں میں اس نے کچھ نہ کھایا اور جب وہ دن پورے ہوگئے تو اسے بھوک لگی (لوقا باب ۴ آیت ۱-۳)

نئے عہد نامے کی چاروں کتابوں میں روزہ کا کثرت سے ذکر آیا ہے اور حضرت مسیح قانون موسوی کے پیرو ہو کر اسکی اہمیت کو نظر انداز بھی کیسے کر سکتے تھے "یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں" (متی باب ۵ آیت ۱۷)

مرقس کے مندرجہ بالا الفاظ اس نے کہا یہ جنس سوائے دعا اور روزہ کے کسی اور طرح سے ممکل نہیں سکتی" ظاہر کرتے ہیں کہ حضرت مسیح روزہ پر کسقدر ایمان رکھتے تھے - اور روحانی ترقی کے لئے دعا اور روزہ کو ضروری خیال کرتے تھے - حضرت مسیح نے الہی عبادت کی مذمت کی ہے جو ریاکار فریسی کیا کرتے تھے - اور جب تم روزہ رکھو تو ریاکاروں کی طرح اپنی صورت اُداس نہ بناؤ کیونکہ وہ اپنا منہ بگاڑتے ہیں تاکہ لوگ انہیں روزہ دار جانیں میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پا چکے - بلکہ جب تو روزہ رکھے تو اپنے سر میں تیل ڈال اور منہ دھو تاکہ آدمی نہیں بلکہ تیرا باپ جو پوشیدگی میں ہے تجھے روزہ دار جانے - اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں ہے تجھے بدلا دیگا -

(متی باب ۶ آیت ۱۶ - ۱۸)

حضرت مسیح کیطرح اسلام بھی ریاکاری کی سخت مخالفت کرتا ہے ایسے روزے در اصل اس قابل نہیں کہ انہیں روزے کہا جائے - حضرت مسیح نے مندرجہ بالا الفاظ میں روزہ کے صحیح مفہوم کو بیان کر دیا ہے اور آپ کی تعلیم کی رو سے عیسائی روزہ کو ترک کرنے میں کسی طرح بھی حق بجانب نہیں +

روزہ اور فاقہ کشی میں کچھ نہ کچھ تمیز ضرور ہونی چاہئے - فریسیوں کی طرح روزہ رکھنا جس کا مقصد محض ریاکاری اور لوگوں میں پارسا گنے جانا ہو وہ فاقہ کشی سے بہتر نہیں +

اپنی مرضی سے شہوات اور خواہشات کو روکنا حقیقی روزہ کا جوہر ہے صرف کھانے پینے کی چیزوں سے پرہیز کرنا ہی روزہ نہیں کہلاتا در اصل روزہ کی صحیح پیدا ہونی چاہیئے۔ مذہب اسلام کے مختلف ارکان بہت سے ایسے حقائق اپنے اندر رکھتے ہیں جسے چشم ظاہر بین دیکھنے سے قاصر ہے۔ اگر ان میں سے اس جوہر یا اصلیت کو نظر انداز کر دیں تو باقی محض ایک رسم یا خول رہجاتا ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ کھانا پینا زندگی قائم رکھنے کے لئے بہت ضروری ہے۔ اس سے پرہیز کرنا کوئی نیکی نہیں۔ کھانے پینے کی ان اشیاء سے پرہیز کرنا جنہیں ہم نے جائز طریق سے حاصل کیا ہے۔ در اصل ہمیں ناجائز اشیاء سے محترز رہنے کا سبق دیتا ہے۔ جب ہم احکام الہی کے ماتحت جائز چیزوں کا استعمال چھوڑ دیتے ہیں تو ہم ناجائز چیزوں کے حصول میں کیونکر محتاط نہ ہونگے۔ ہم ہر ایک ناواجب بات سے اپنے خیالات اور قول و فعل میں پرہیز کرتے رہینگے۔ کوئی ناپاک چیز ہماری روح پر داغ نہیں لگائیگی۔ اسلئے روزہ سے صرف خور و نوش کو ترک کرنا ہی مراد نہیں بلکہ اصلی مقصد تو یہ ہے کہ ہم ہر ایک ناپاک چیز سے پرہیز کریں۔ روزہ میں صرف معدہ کو ہی کھانے سے محروم نہیں کرنا چاہیئے بلکہ جسم کے مختلف اعضا کو روزہ میں شریک ہونا چاہیئے۔ پاؤں بدی کی طرف نہ اُٹھیں۔ آنکھ اور کان کو اسکی طرف سے بند کر لینا چاہیئے۔ اور ہمارے دل و دماغ کے پاک حدود میں اس کا گزر نہو۔ یہ ہے وہ روزہ جس کا حکم اسلام نے دیا ہے۔ ہر سال ماہ رمضان میں روزے رکھے جاتے ہیں۔ اس دفعہ ۲۸۔ اپریل سے ۲۷ مئی تک رمضان کا مہینہ رہیگا روزہ علے الصباح سے شروع ہو کر غروب آفتاب تک رہتا ہے۔ اس عرصہ میں کھانے پینے اور تعلقات زناشوئی سے پرہیز ضروری ہے۔ غروب آفتاب سے صبح تک یہ تمام بندشیں دور ہو جاتی ہیں۔ طلوع آفتاب سے ایک گھنٹہ پہلے کھانا کھایا جاتا ہے جسے سحری کہتے ہیں +

رازِ حیات یا انجیلِ عمل

تصنیف حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام امام مسجد ووکنگ انگلستان

نقصان ترقی تنزل انسان کے اپنے اعمال کے نتائج ہیں حقیقت تقدیر۔ یورپ کی موجودہ ترقی قوت عمل کا نتیجہ ہو سن اور مسلم میں فرق علوم جدیدہ کی حقیقت مسلمان سلطنتوں کے مٹ جانے سے اسلام پر حرف نہیں آ سکتا بلکہ وہ قرآنی تعلیم سے انحراف کا نتیجہ ہے یورپ کی جنگ عظیم کی بنا کمرشلزم تھی نہ کہ حقوق انسانی کی حفاظت علما [illegible] تعلیمات حاضرہ پر انھوں نے قرآن روشنی ڈالیں حقیقت عبادت و دعا کسی بزرگ کی اولاد ہونا ہی اسے مقرب الٰہی نہیں بنا سکتا۔ انسان اپنی [illegible] خدا کا مورد فضل بنتا ہے موجودہ بیداری۔ عدم تعاون کا دینی پہلو اختیار کرو۔ جس کی اجازت قرآن دیتا ہے۔ خدا کسی کو قرب کفارہ یا سفارش پر کچھ نہیں دیتا۔ اسلام کی علت غائی قوائے مضمرہ کا نشوونما پانا ہے۔ اگر ہماری غلط کاریاں ہمارے اختیار اور رضا [illegible] خدا کا میزان عدل کچھ معنی نہیں رکھتا۔ خدا نے ہمارے لئے گنہگار زندگی پسند نہیں کی تقدیر نام حدود اللہ کا ہے۔ قدرت تامہ نے اسباب اور نتائج کا رشتہ دنیا میں قائم کر دیا ہے۔ جو علمی تحقیقات کا محرک ہوتا ہے خدا انسان کو قوت ارادی و تمیز عطا کر کے ایک دستور العمل بھی دیتا ہے پھر انسان اپنے قدم اٹھانے کے مطابق اچھے یا برے نتائج مرتب کرتا ہے۔

ہدایت اور ضلالت کی تقسیم پہلے ہی سے نہیں ہو چکی ہمارا اپنا عمل ہمیں صحیح یا غیر صحیح راہ پر لے جائیگا۔ کوشش کے بغیر انسان کو کچھ نہیں مل سکتا مسلمانوں کے پاس دولت اسباب نہیں تو نہ سہی۔ اگر ان میں جزو قوت عمل موجود ہے اور اپنے قویٰ کا صحیح استعمال کریں تو کل دنیا ان کا وطن ہے۔ حجم ۲۴۸ صفحات ۲۰ × ۳۰ / ۱۶ صفحات تقطیع قیمت ۵ عہ

درخواستیں بنام مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

تازہ مطبوعات مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور

راز حیات یا انجیل عمل بلا جلد عہ مجلد ۱۰آ ر
توحید فی الاسلام بلا جلد عہ مجلد ۵عہ
اسلام میں کوئی فرقہ نہیں حصہ اول قسم دوم ۱۲ر مجلد عہ
اسلام اور علوم جدید قیمت ... ۴ر
ذراعت اسلام کا مذہب ... ۸ر
مطالعۂ اسلام ... زیر طبع
باطنیات اسلام ... ۸
براہین نیرہ حصہ اول معروف بہ زندہ کامل الہام ۱۲ر مجلد ۲ر
ام الالسنۃ معروف بہ زندہ کامل زبان ۱۲ر مجلد ۱۲ر
اسوۂ حسنہ معروف بہ زندہ کامل نبی ۸ر مجلد ۱۴ر
خطبات عربیہ ... بلا جلد ۱۲ر مجلد ۱ر
(۱) مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات ۳ر
(۲) توحید ... ۴ر
(۳) خطبات عیدین ... ۲ر
(۴) دہریوں اور ملحدین کو خطاب ۲ر
(۵) اسلام اور دیگر مذاہب ... ۲ر
(۶) حقوق نسواں ... ۲ر
حلیۃ الکرار و حیات فی الاسلام زیر طبع
سنتی عبارت عالی ... ر
ضرورت الہام ... بلا جلد ۱۲ر مجلد ۱ر
مسیح کی الوہیت اور اس کی کامل انسانیت پر ایک نظر ۶ر

مسلم مشنری کے ولائتی لیکچر حصہ اول ۱ر حصہ دوم ۱ر
حصہ سوم ۱ر صحیفہ آصفیہ ۱ر رنگال کی ولجوئی ۱ر
کرشن اوتار ۱ر مادہ فانی ۱ر
لمعات انوار محمدیہ قیمت ۶ر
اسلام یعنی بنی نوع انسان کا مذہب ۵ر
تائید حق ... ۴ر
اسرار سلیمانی ... ۸ر
لندن میں جلسہ میلاد النبی صلعم ... ۳ر
پیغام صلح ۱ر
جام عرفان (مجموعہ نظم) ... ۱ر
سیرت عربی ... ۵ر
سیرت خیر البشر عہ مجلد ۱۰ر
جمع قرآن ... ۱۲ر
النبوۃ فی الاسلام عہ مجلد ۸ر
مسیح موعود ... عہ
حدوث مادہ ... ۵ر
سرمہ چشم آریہ ... ۴ر
عصمت انبیاء ... ۹ر
اسلامی اصول کی فلاسفی ... ۱۲ر
ایک عیسائی کے تین سوالوں کا جواب ... ۶ر
دنیا کے مشہور شہیدائے ثلاثہ سقراط مسیح حسین ...

مینیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور